



جملہ حقوق محفوظ ہیں

# جاویدِ عمر اور کنزِ لائسنس





# بغاوت عرب لائسنس

ترکان عثمانی سے شریف حسین کی بغاوت  
اور کرنل لائسنس کے کارناموں کا تذکرہ

مؤلفہ  
مولانا چرل غ حسن صاحب حسرت  
نے

باجد حقوق داسی فٹسی تھو علی خالی نے ہے

اُردو کتب خانہ لاہور سے شائع کیا

قیمت ایک روپیہ

بادل قتلہ ۱۰۰۰



# فہرست

نقشے

تصاویر

- (۱) کرنل لارنس عربی لباس میں  
(۲) کرنل لارنس فوجی وردی میں  
(۱۱) نقشہ عربستان  
(۲۱) نقشہ حجاز ریلوے  
مفتاحیہ از مولانا عبدالحی علی صاحب سالک دیر روزنامہ "انقلاب" المہجور  
تمہید

- پہلا باب  
عرب و عرب  
مشرق کی روحانی فتح  
غلط بیابانیاں  
نقشہ تاتار  
ہسپانی مسلمان  
دوسرا باب  
شریف حسین اور ترک  
نصاری کے جو صلے  
۱  
۴  
محمد بن العون  
انجمن اتحاد و ترقی  
حرکت وطنیہ  
شریف حسین کے مطالبات  
تیسرا باب  
۱۲  
۱۳  
بنیاد عرب کے اسباب و ملل  
پان اسلامزم  
اتحاد تورانی

## چوتھا باب

۱۹ شریف حسین کی جیلہ ساریاں

انقلابی تحریک

سازش کا انکشاف

فیصل قسطنطنیہ میں

انور و جمال کے قتل کی سازش

شریف حسین کا پیغام

بناوت کا اعلان

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے

مدینہ سے پسپائی

## پانچواں باب

۲۷ فامس ایڈورڈ لارنس

تعلیم

سیاحت

بغداد اور یلوے

میں گزرتے ڈبل

## چھٹا باب

۳۲ لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

پیرا اسرار اعمال

میسوپوٹیمیا میں

## ساتواں باب

۳۵ لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

فیصل سے ملاقات

لارنس کی تقریر

## آٹھواں باب

۴۳ الوجہ کی تسخیر

قبائل کی جنگ

## نواں باب

۴۸ بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

جعفر پاشا

لارنس کی تجویز

## دسواں باب

۵۵ صحرائے عرب کا سفر

خفیہ معاہدہ

لارنس زمانہ لباس میں

## گیارہواں باب

۶۰ سقوط عقبہ

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک

## بارھواں باب

۴۲

قسام کی قسم

لارنس ارزق میں

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ

لارنس کے رفقا

عمان و معان

لارنس بادیہ گزرتوں کے بھیس میں

حملے کی تیاریاں

## تیسرے ہواں باب

۴۳

تسلیہ ذرا

قتل عام

عربوں کی سفاکی

## چودھواں باب

۴۴

فتح دمشق

عبد القادر الجزائری

## پندرہواں باب

۸۳

مجلس صلح

غداروں کا حلیہ

## سولہواں باب

۸۷

”شا“ اور کرم شاہ

لارنس صیغہ پرواز میں

پھر صیغہ پرواز میں

پیر کرم شاہ

پیر اسرار مر اجت

فتنہ افغانستان اور لارنس

لاول ٹامس

لارنس کے موجودہ مشاغل

## سترہواں باب

لارنس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر ۹۷

عادات

علمی استعداد

لارنس صنعت کی حیثیت میں

نذہبی عقائد

ذہانت

عسکری قابلیت

شجاعت







# مقدمہ

از حضرت سالکِ مظلوم مدبرِ انقلاب لاہور

زبانِ اردو کا دامن جہاں اُتر بہت سی اچھی چیزوں سے خالی ہے۔ وہاں سیاسی تالیفات کے اعتبار سے بھی اس کی بے مانگی بہت نمایاں ہے۔ اخبارات آٹھا کر پڑھئے تو معلوم ہو گا۔ کہ اہل ہند سیاست میں سرتاپا مستغرق ہیں۔ اور ان کو اس کے سوا دنیا میں اُتر کوئی کام نہیں۔ لیکن کتب خانوں میں اردو کی سیاسی کتابیں تلاش کیجئے۔ تو ایک بھی کام کی کتاب دستیاب نہ ہوگی (اٹا ماشا اللہ) میرے نزدیک یہی وجہ ہے۔ کہ ہماری اکثر تحریکات ناکام رہ جاتی ہیں \*

اخبارات کے مضامین کا غلط علم روزانہ صرف چند گھنٹے تک رہتا ہے۔ گو اس سے ہیئتِ اجتماعی کے قلزمِ ذوق کی سطح پر بعض دفعہ ہلکی ہلکی اور بعض اوقات پُر شور موجیں بھی اُٹھنے لگتی ہیں۔ لیکن یہ موج

(ب)

تلاطم اکثر حالات میں سطحی ہوتا ہے۔ اور اس سمندر کی گہرائیاں بدستور امن و سکون کی سرمایہ دار رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسائل سیاسی کی حقیقی اہمیت جمہور کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ ان مسائل پر اہل علم اور ارباب نظر محنت و تحقیق نہیں کرتے۔ اور ان کے تمام پہلو کا حقہ عوام کے سامنے پیش نہیں کئے جاتے۔ اخبارات تازہ ترین حالات و کوائف پر رائے زنی کر کے ایک وقتی ہنگامہ ضرور پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن قوم کے اعماق قلوب کو متاثر طور پر متحرک نہیں کر سکتے۔

زندہ ممالک میں صرف اخبارات پر حصر نہیں کیا جاتا جو نہی داخلی یا خارجی سیاسیات کا کوئی مسئلہ رائے عامہ میں حرکت پیدا کرنے لگتا ہے۔ اس مسئلہ کے ماہرین اس کے تمام پہلوؤں پر تحقیق و تاقیق کی نظر ڈال کر ایک خاص مقصد اور سطح نظر سے مستقل کتابیں تصنیف کرنے لگتے ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے قوم کے تعلیم یافتہ طبقے میں اس مسئلہ پر عالمانہ و مجتہدانہ خیور و کیش کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ رائے عامہ میں بے راہبر روی داخل نہیں ہونے پاتی۔ اور صحیح معلومات کے حصول کے بعد اخبارات کی اطلاعات کے سمجھنے میں بھی سہرہ ملت ہو جاتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ یہاں ایک دن وقفہ چین کی خانہ جنگی کی خبریں موصول ہونے لگتی ہیں۔ اور اخبارات نہایت بے تکلفی سے انہیں شائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ خبریں

متواتر تین مہینے تک شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن تارین جرائد کچھ نہیں سمجھتے۔ کہ دوپٹی فو کسی آدمی کا نام ہے۔ یا کسی جانور کو کہتے ہیں۔ چنگ سوکین رئیس الاحرار ہے۔ یا دول خارجہ کا ٹھکانہ ہے۔ ہانکاؤ کسی جرنیل کا نام ہے۔ یا شہر کا۔ اس جنگ کے اسباب کیا ہیں۔ اس کے طرفین کون کون ہیں۔ قوم پرستانہ نقطہ نظر سے اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہئے۔ غرض ”ظلمات غوثھا فوق بعض“ کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اگر اردو میں فی الفور مسئلہ چین پر ایک دو اچھی کتابیں تصنیف کر کے شائع کر دی جاتیں۔ اور ان میں اس کے تمام پہلو روشن کر دیئے جاتے۔ تو جہل و انہمی کا یہ افسوسناک منظر کبھی پیدا نہ ہوتا +

ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو دیکھئے۔ خلافتِ عثمانیہ اور جزیرۃ العرب کے تحفظ کی خاطر انہوں نے انتہائی قربانیاں دیں ہزارا چربو شمسلمان قید ہو گئے۔ انگلستان کے استعماری نظام کے خلاف نفرت و غیظ کے جذبات سے کئی سال تک سارا اسلامی ہند شعلہ زار بنا رہا۔ اردو کے اخباروں کی اشاعتیں پندرہ پندرہ برس میں ہزار تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس تمام فہنگامے کے باوجود گنتے پڑھے لکھے آدمی ہیں جنہیں جزیرۃ العرب اور ترکی میں اجانب کی سازشوں کا تاریخی باجر معلوم ہے۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے واقعات بزرگوں کی تلافی و انگلیوں پر گنتے کے قابل بھی نہ ہوگی۔ جب سیاسیات اسلامی کے ایک اہم ترین مسئلہ کے مال و مالیت سے مسلمانوں کی بے خبری و

ناواقفیت کا یہ عالم ہو۔ تو خود ہی سمجھ لیجئے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق تحریک کی حیثیت کیا ہوگی۔ اور اس کی پامنداری اور گہرائی کا کیا حال ہوگا۔ ہندوستان میں اس تحریک کے سلسلے میں جو کچھ ہوا۔ اس کو بھی مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور کتاب ”خلافت عثمانیہ اور جزیرہ العرب“ ہی کا اثر سمجھنا چاہئے۔ جس نے سب سے پہلے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس مسئلہ کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ اگر اسی مسئلہ کی سیاسی۔ تاریخی۔ مذہبی اور تمدنی حیثیات پر پندرہ بیس اچھی کتابیں شائع کر دی جاتیں۔ تو عوام کی بے خبری کا یہ حال نہ ہوتا۔ جو آج نظر آ رہا ہے مغربی استعمار سرزمین عرب میں بدستور کار فرما ہے۔ فلسطین شام۔ عراق۔ نجد۔ حجاز۔ عسیر۔ یمن سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے اس کی پیٹ میں آچکے ہیں۔ کرنل لارنس اب تک اپنی تمام فتنہ سازیوں کے ساتھ مصروف کار ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ جس شخص کی نام بارک کوششوں اور سازشوں سے بغاوت عرب کی آگ مشتعل ہو گئی تھی زمانہ مستقبل میں عالم اسلامی کو کیسے کیسے ہولناک حوادث سے روشناس کرنے والا ہے۔ میرے نزدیک مولانا جراح حسن صاحب حسرت نے یہ کتاب لکھ کر اسلامی سیاست و تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ کتاب کرنل لارنس کی سوانح عمری نہیں۔ بلکہ بغاوت عرب کی ایک مختصر لیکن جامع تاریخ ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو بہت سے ایسے حقائق معلوم ہوں گے جو اس سے پہلے ان

کے پیش نظر نہیں تھے مگر نل لارنس کے متعلق بھی مسلمانوں میں معلومات کی بہت قلت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہوگا کہ اس شخص نے دورِ حاضر میں اسلام کی سیاسی قوت کو فنا کرنے میں کس قدر خوفناک حصہ لیا ہے +

تاریخی حیثیت کے علاوہ ادبی پہلو سے بھی مولانا حسرت کی یہ کتاب سجد قابلِ قدر ہے۔ اور زبان کی صحت۔ اندازِ بیان کی سلاست و سادگی اور الفاظ و تراکیب کی دلاویزی نے اس کی افادہ حیثیت کو بہت کچھ تقویت دے دی ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اس مختصر سے مقدمے کے ساتھ اس کو جمہور کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں +

عبد المجید سالک

لاہور  
۹۔ مئی ۱۹۲۰ء



## تہنیت

مغربی اہل قلم جب کسی کتاب کی تصنیف کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک عرصہ تک اُس کے لئے مواد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح حالات کی تحقیق و تدقیق اور تفحص و جستجو میں ایک زمانہ گزر جاتا ہے۔ تو کبیں کتاب لکھی جاتی ہے۔ پھر مدتوں حکم و اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اور ان مراحل سے گزرنے کے بعد وہ کہیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھی جاتی ہے +

مجھے اعتراف ہے کہ ان اوراق پریشانی کی تالیف میں اس قدر کہد کاوش نہیں کی گئی۔ اس لئے جو اباب علم اس میں محققانہ شان تلاش کرنا چاہیں گے۔ انہیں ایک گونہ مایوسی ہوگی +

اول تو ایک اخبار نویس سے اس قدر کاوش و جستجو کی توقع ہی بیجا ہے۔ اُس کے شایع فکر فقط ہنگامی اور وقتی جوش پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر بے قسمی سے جس زمانہ میں یہ اوراق زیر تحریر تھے ایک لمحہ کے لئے بھی فراغ خاطر اور دلچسپی نصیب نہیں ہوئی۔ اور تو اؤپر پریشانی خاطر کے طفیل نظر ثانی بھی نہ



ہوسکی۔ غلم سے جو کچھ نکل گیا نیکل گیا۔ پردہ و ف بھی منشی تھوڑی صاحب نے پڑھے  
اور بیچ تو یہ ہے کہ اگر ان کا اصول میری کوتاہیوں کا چارہ ساز نہ ہو جانا تو شاہ  
یہ چند اجزاء بھی شائع نہ ہو سکتے +

عمر و دراندگی اور ضعف و شکستہ پائی کی اس حکایت کو کہیں ”خدا برکت“  
”ہدایت“ ”گناہ“ ”کافرتی“ نہ دیدیکھے گا۔ بلکہ اسے اعتراف گناہ کہے۔ کیونکہ گناہ اور  
میں جس قدر غامیاں ہیں۔ وہ میری ہیں۔ اور مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں  
کہ اگر خدائے مضطرب اور شہنہ میں۔ بعض مقامات پر کتابت کی ایسی غلطیاں  
گئی ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر متفعل ہوتا ہوں +

اس کتاب کی تحریر میں میں نے ”اربرٹ گریوز“ کی کتاب ”لارنس اینڈ اربز“  
اور لادل کی کتاب ”دو لارنس ایلی اور میسیا“ کے علاوہ لارنس کی دہنی تصنیف ”ریوولر  
ان وی ڈورٹ“ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جمال پاشا مرحوم کے روزنامہ سے بھی کافی  
مدد ملی ہے۔ پہلے ارادہ تھا کہ لارنس کے سوانح حیات لکھے جائیں۔ پھر خیال گزرا کہ  
جب تک بغاوت عرب کا اجمالی تذکرہ بھی نہ آجائے مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔  
ہی خیال تھا کہ کتاب کا حجم بڑھنے نہ پائے۔ کیونکہ ہمارے اہل وطن طلسم ہوش  
کے ڈیڑھ ہزار صفحے تو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن بغاوت عرب کی طویل تاریخ کون  
نتیجہ یہ ہوا کہ اب اس مجموعہ کو اٹھا کر دیکھتا ہوں تو نہ اسے بغاوت عرب کی تاریخ  
کہہ سکتا ہوں۔ اور نہ لارنس کے سوانح حیات کا نام دے سکتا ہوں۔ بلکہ دونوں  
بین بین ایک میسرے چیز نظر آتی ہے +

اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی تخریر

(ط)

کا خیال مجھے اُس زمانہ میں پیدا ہوا جب میں زندہ دار کے ادارہ تحریر میں تھایوں کتنا چاہئے کہ یہ کتاب مولانا ظفر علی خاں کے فیضِ محبت، تیجہ اور واقعاتِ بزرگانہ کی یادگار ہے۔ اور اس اعتبار سے انہیں کے نام کو اس کا سرنامہ اور عنوان سمجھنا چاہئے۔

چراغِ حسنِ حسرت



# پہلا باب

## عرب و غرب

مشرق اور مغرب کی آویزش اُس عہد سے بروئے کار چلی آتی ہے جب مغرب کی ایک آبرو باختہ حینہ میلین نے ایک مشرقی شاہزادہ کے شہستانِ عشرت کو آباد کیا تھا۔ تاریخ کے صفحات اس کشمکش کی خویش داستان سے رنگین ہیں۔ جو عجم و قہتان کے مابین صدیوں تک جاری رہی۔ ہر مرتبہ مغرب کا سر مشرق کے آستانہ جلال پر جھمک جاتا رہا۔ تا آنکہ مقدونیہ سے ایک بلند اقبال کشور کٹا اٹھا۔ جس نے اپنی عظمت و سلطنت کا نقارہ سارے مشرق میں بجا دیا۔ لیکن اسکندر کی فتح و چاندروزی مہمانی تھی۔ اُس کی آنکھیں بند ہوئے ہی پھر وہی مشرق تھا۔ اور وہی مغرب مشرق کی روحانی فتح | مشرق نے محض سیاسی جیت جیت ہی مغرب پر برتری حاصل نہیں کی بلکہ مغرب کو روحانی تشنگی بجھانے کے لئے بھی مشرق کے جانب ہی رجوع کرنا پڑا۔ یعنی

سے آج کل میں ملتا ہے شاہ اسپارٹا کی پوری اپنے عہد کی حسین ترین عورتوں سے تھی۔ اُسے طوائف کا شہزادہ پیتس آڈا لیکھا تھا۔ اس واقعہ کو ملاتین کے محاورہ میں ایتراہ ہونی عجیب کا ذکر یونانی علم الامناسم کی م

م کتاہوں میں بالتفصیل ہے۔ یونان کے مشہور شاعر ہومر نے بھی اس سحر کے ذکر میں ذور بیان دکھایا ہے۔

سکندر کے کشور کشایانہ اقدام کو بالکل تین سو سال گزرے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا چرچا مغرب میں ہونے لگا۔ اور روما اور یونان کے عناصر پرستوں نے مسیحیت کا حلقہ اراوت اپنے کانوں میں ڈال لیا۔ جزائر برطانیہ کے وحشی بھی اس چشمہ سے سیراب ہوئے۔ یہ مشرق کی روحانی فتح تھی جس کا سکند آج بھی مغرب پر بیٹھا ہوا ہے +

عربوں کی نہفت مشرقی فتنہ ی کے اس سلسلہ نرئیں کی ایک کڑی ہے اور اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کہ عربوں نے مغرب کو سیاسی حیثیت سے ہی محکوم نہیں بنایا۔ بلکہ مغرب ان کے علم اور فلسفہ سے بھی اثر پذیر ہوا۔ آج جو فلسفہ مغرب کی کلاہ فخر کا آئینہ بنا ہوا ہے۔ وہ دراصل عربوں کا بخشا ہوا ہے۔ اور تو تھکی تعلیمات جن پر عیسویت ناز کرتی ہے۔ اسلام کے نور سردی کی ایک کرن کے سوا اور کچھ نہیں +

عرب فاتحین نے ہر قل کے ایشیائی مقبوضات ایک ایک کر کے چھین لئے۔ اور فلسطین جو مسیحیت کا گوارہ ہونے کے باعث عیسائیوں کے نزدیک بہت تقدس رکھتا تھا ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عرب مجاہدین بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اُدھر شمالی افریقہ میں بھی انہوں نے عیسائیوں کو شکست دی اور تمام اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے سامنے ایشیا اور افریقہ کی وسعتیں پہنچ تھیں۔ انہوں نے یورپ کی جانب توجہ کی۔ اور ہسپانیہ کے گاتھ خاندان کی قبائے غلط پارہ پارہ کر ڈالی۔ ہسپانیہ کو فتح کر کے وہ فرانس کی جانب بڑھے۔ اور یہ ملک بھی فتح کرتے چلے

گئے۔ آخر دیا گئے لوہے کے کنارے عربوں کی تختہ کی کا سیلاب رک گیا۔ باہمی  
افراق کی بدولت انہوں نے ایسی شکست کھائی کہ فرانس کا منقوض علاقہ بھی قبضہ  
میں نہ رہ سکا +

غلامیاناں | اس سلسلہ میں یہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے کہ عربوں کی فتح ری کے اس دور میں  
مغرب کے شعراء اور داستان گو ایسا لڑیچہ پیدا کرنے میں مصروف تھے جو مسلمانوں  
کی مذمت پر مشتمل تھا۔ اور جس میں ان کے عقائد کو نہایت تاریک رنگ میں  
پیش کیا گیا تھا۔ عربوں کے متعلق نہایت بے سرو پا اور لائقہ مشہور تصنیفوں کا  
مقصد صرف اس قدر تھا کہ عیسائیوں کے قلب میں ان کے خلاف نفرت  
کا جذبہ پیدا کر دیا جائے۔ مثلاً یہ عقیدہ عام تھا کہ عرب بت پرست ہیں۔ اور  
ان کے سب سے بڑے بت کا نام (عیاذ باللہ) محمد ہے۔ ان غلط بیانیوں  
نے ساری مسیحی دنیا میں آگ لگا دی۔ اور عربوں کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ  
ہمہ گیر ہو گیا +

فتنہ تاتار اعلیٰ گھوڑاں تخلیق کو فرزند ان توحید سے جس قدر شدید عداوت رہی  
ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ محض عربوں کے مشرقی اقتدار کو  
شکست دینے کے لئے بیدین تاتاریوں سے روابط دوستی قائم کئے گئے۔ اور باپا  
اعظم کی جانب سے نہ تاتاری شہنشاہ کی خدمت میں سفارت بھیجی گئی۔ اگرچہ ارباب  
تاریخ نے فتنہ تاتار کے اسباب و علل کے سلسلہ میں ان حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے  
لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ وہ برقی بلا جو مستعصم بائبل کے کا شانہ اقبال پر گری  
سے مسیحی عام طور پر مسلمانوں کو کا کرتے تھے +

دشہ قیحا کی پہنائیوں سے نہیں۔ بلکہ بحیرہ روم کے ساحل سے اٹھی تھی +  
 آخر مسیحوں کی مذہبی دیوانگی حروب صلیبیہ کو برپا کرنے کا لے آئی۔  
 اور وہ مجنونانہ جوش سے فلسطین کی جانب بڑھے۔ لیکن نورالدین زنگی۔ اور صلاح  
 الدین ایوبی کی تلواروں نے فولا دی دیواریں بن کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب  
 کو روک لیا +

اس میں شک نہیں کہ کچھ عرصہ تک فلسطین ان کے قبضہ میں رہا۔ اور  
 یروشلم کے گلی کوچوں میں عربوں کا خون بیدریخ بہایا گیا۔ لیکن یہ اقتدار عارضی  
 تھا اور صلاح الدین ایوبی کے مجاہدانہ عزم کی بدولت مشرق میں کہیں بھی  
 ان کے قدم جم نہ سکے۔ اور حضرت کان عثمانی کی برق شمشیر چکی۔ اور عیسائی چوشت  
 میں اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے۔

..... مغرب کی بازنطینی سلطنت کو بھی مسلمانوں کے فائز تاحات و حوصلوں کی نذر  
 ہونے سے بچا نہ سکے۔ چنانچہ اودھ مشرق میں صلیب سرنگوں ہوئی اور اودھ مغرب  
 میں ترکوں کا ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ صرف یہ امر ان کے لئے باعث تسکین تھا کہ  
 عین اسی زمانہ میں جبکہ مغرب میں ایک اسلامی سلطنت کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔  
 غرناطہ کی اسلامی حکومت کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ ایک شمع جلائی جا رہی تھی  
 اور دوسری بجھ رہی تھی +

ہسپانی عثمان | مسلمانوں کو جس طرح ہسپانیہ سے نکالا گیا اس کی المناک داستان تو  
 کسی دوسری فرصت کی محتاج ہے۔ لیکن یہاں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ سر  
 زمین ہسپانیہ کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے مجاہد مقدس کاظم بلند

ترکاتِ عثمانی کا دامن ہمیشہ اس داغ سے آلودہ رہے گا کہ انہوں نے کیا نبوی  
مسلمانوں کی پیہم التجاؤں کے باوجود ان کی اعانتہ نہیں کی۔ اور غلط کارِ آخری نصیب

ملہ ابوالبقا صالح بن شریف الرندی نے جو اس عہد کا ایک نغز گو شاعر تھا۔ ایک دہلی باز مرثیہ لکھا۔ جس میں آندلس کے مسلمانوں کی بچا رگی کا ذکر کر کے مسلمانان عالم سے اعانت کی التجا کی گئی تھی۔ سلطان مراکش نے اس کی نقہیں اکثر مسلمان باو شاہوں کے پاس بھیج دیں۔ اس مرثیہ کے آخری اشعار جو درود حسرت کے سرمایہ دار ہیں۔ پڑھئے۔ اور مسلمان مسلمانین کی بے دردی کا ماتم کیجئے +

۱۱۔ اے نجیب اور تپالی کروڑے گھوڑوں پر سوار ہوئے  
والہ جو گھوڑوں کے میدان میں نقاب ہیں۔

(۳۱) اوسمندی تعلیم اور اس کے لئے والدین جو غرض رکھتے ہیں  
 دار کہ غیبار کی تیار ہوگی میں فضلہ کی طرح چھکتی ہیں  
 (۳۲) اوسمندی پر راحت کی زندگی بسر کرنے والے

اور اپنے گھروں میں عزت سے رہنے والوں  
(۴) گیا تھیں اہل اندلس کی بھی کچھ خبریں: انکی  
الذات انانکوی میکروسترسوارہ پنا کے اطراف میں پھرتے  
ہیں +

(۵) • ضعیف و ناتوانی اور اس قسم سے امداد کے لئے بار بار فریاد کر چکے ہیں۔ مگر مدد دینے والے کسی فرد یا شرکاء کی حمایت جنس میں نہیں آتی +

(۶) مدعی اسلام آباد کے باوجود رقم فی پیسہ دھری

یار اکبرین عنان الجحیل مناصرة  
سكانها فی مجال السیق عقبان

وحاملين سيوف الهند صرقة  
كانها في ظلام النقع بنور

ورافعين وراء البحر في دعتة  
لهم باوطانهم عز وسلطان

اعندكم بناء من اهل نذلس  
فقد سوي محمد بن القومر كمان

كم يستغيث بنا المستضعفون وهم  
تعالى واسمى قوايضا انسان



تاجدار ابو عبد اللہ اشکِ حسرت ہما تا اپنے مستقر سلطنت سے رخصت ہو گیا +  
 ترکوں کے کفر و کشتا یا نہ عزائم کی داستان سے تاریخ کے اوراقِ تابناک  
 ہیں۔ اور یہ حقیقت "راز و راون پرودہ" نہیں کہ مجاہد ترک صدیوں تک مغرب کے  
 سینہ پر کا بوس بن کر سوار رہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ ظلمتِ آبادِ فرنگ میں وہ تلوار  
 کے زور سے دن بسر کر رہے تھے +

یورپ کی مسیحی سلطنتوں نے کبھی مدقِ نیت سے ان کے ساتھ دوستانہ  
 تعلقات قائم نہیں کئے۔ اور ان کی جڑیں نگاہیں ہمیشہ ترکوں کے مشرقی مقبوضات  
 پر پڑتی رہیں۔ ترکی سلطنت کے دورِ انحطاط میں دو فرنگ سازشوں کے حربے  
 لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ترکوں کے مغربی اور مشرقی مقبوضات کا بیشتر حصہ ان  
 کے قبضہ سے نکل گیا +

وہ طرابلس اور بلقان کی محاربات سے ابھی مشکل سنبھلے تھے کہ جزیرہ نمائے  
 بلقان سے جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ اور محاربتِ عمومی کا آغاز ہو گیا۔  
 ترکوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ اس آگ میں کود پڑیں کار  
 گننانِ قضا و قدر کو یہی منظور تھا کہ پرستارانِ صلیب کی دیرینہ آرزو پوری ہو۔ اور ارض  
 مقدس ان کے قبضہ میں آجائے +

ماذا للتقاطع فی الاسلام بینکم  
 وانتم یا عباد اللہ انخوان  
 الا نفوس البیات لها همم  
 اعما علی الخیر انصار و اشوان

بسم اللہ

کیونکہ احقیا رکھی۔ خدا کے بندو تم تو ہمیں  
 میں ایک دوسرے کے بھائی ہو +  
 (۱) کیا اس خراب آبادیات میں کوئی ایک بھی  
 ایسا نہیں جو غیرت مند اور ذی ہمت ہو۔  
 کیا نیکی بدی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے  
 والے دنیا سے اٹھ گئے +

# دوسرا باب

## شریف حسین اور ترک

شریف حسین کا مورث اعلیٰ ققادہ سادات جہینہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ققادہ ایک باتدیر اور صاحبِ عزم شخص تھا۔ اُس نے عرب میں ایک قوی شوکتِ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور یمن سے خیریت تک تمام ملک پر تصرف ہو گیا۔ وہ اپنے بیٹے محمد ابن التمی نے جو فغاندان ققادہ کا ایک جلیل القدر فرمانروا تھا۔ قسطنطنیہ پہنچ کر کہ مغرب کی چابیاں سلطان سلیم کے سپرد کر دیں۔ اور اس تاریخ سے عرب ترکان عثمانی کی حفاظت میں آ گیا۔

نصاری کے حوصلے یہ عہدہ ہے جبکہ ایک اہل العزم پر نگیز جہازوں "واسکوڈے گاما" ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کر چکا تھا۔ اور شرقی سمندر فرنگتانی جہازوں کی جولانگہ بن چکے تھے۔ اہل فرنگ نے مشرق میں پہنچ کر دیکھا۔ کہ دنیا کی وہ عجیب ترین قوم جس کے کشور کشایانہ حوصلوں اور مجاہدانہ اقدام نے اُن پر مغرب کی دستیں تنگ کر دی ہیں۔ اور جس کی ترک تاز سے مغرب کی کوئی سلطنت محفوظ نہیں۔ عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتی ہے۔ تو انہیں خیالی گزا۔ کہ اگر اس سرزمین پر

مسیحیت کا علم اقتدار لانے لگے۔ تو مسلمانوں کی شاہی حکومتوں اور آزادی کو غلامی سے بدل دینا چند اس دشوار نہیں۔ لیکن جلد ہی ان پر یہ حقیقت بھی کھل گئی۔ کہ اگر کسی مسیحی نے اس ارض پاک کو اپنے قدموں سے آلودہ کرنے کی جرات کی۔ تو دنیا کے ہر گوشہ سے فرزند ان توحید علم ہماو لے کر آٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور برستاران صلیب پر عرصہ جات تنگ کر دیا جائے گا۔ اس لئے انہوں نے عرب پر حملہ کی خیرات تو نہ کی۔ لیکن اس ملک کے اقتصادی اور تجارتی ذرائع پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں ہونے لگیں +

مغربی جیلہ طراز اپنے اس ارادہ میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ یعنی عرب کے ساحلی مقامات پر انہوں نے دام فریب پھیلا دیا۔ چنانچہ ۱۷۹۸ء میں برطانیہ نے سلطان مسقط سے ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ ۱۸۰۶ء میں بحرین کے شیوخ سے اسی نوع کا عہد نامہ کیا گیا۔ اور ۱۸۳۹ء میں عدن اس کے قبضہ میں آ گیا +

مجرمانِ عرب | عدن پر قبضہ کرنے کے بعد شریف مکہ پر ڈور سے ڈالے گئے۔ اس وقت شریف حسین کا وادہ متحدہ انون شریفین مکہ تھا۔ یہ شخص ہاسانی اس دام میں آ گیا۔ اس کی فرنگی دوستی نے حلقہ بگوشانِ تثلیث کو دلیر کر دیا۔ اور اس کی بے دینی کی بدولت ایک انگریز تاج ڈاؤنٹی نام مد توں اس ارض پاک میں جس کے دروازہ مسیحیت کے فرزندوں پر ہمیشہ کھلے بن کر بیٹھے گئے تھے رہ کر عرب کے محاشرقی اور مذہبی حالات قلمبند کرتا رہا۔ مجرمانِ عرب کو مشعلہ میں ایک پدوکے

لہ چالس ڈیگرڈ آؤٹی کی کتاب مچھلے عرب کی سیاحت اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اسکا مندرجہ ذیل لائنیں

خجھر نے شریعتِ اہلِ بلا دیا +

جب سلطان عبد الحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا تو محمد العون کے فرزند علی نے جو اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور جسے فرنگی دوستی اور اسلام دشمنی و رشتہ میں ملی تھی۔ عربوں کو سلطان کے خلاف اُگسایا۔ اور انہوں نے حجاز ریلوے کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا۔ سلطان عبد الحمید خاں کی نگاہ دور رس نے پہچان لیا کہ علی کا بیٹا حسین ایک کش اور عیار نوجوان ہے۔ اور اگر اسے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو وہ ترکوں کے مشرقی اقتدار کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو گا۔ چنانچہ حسین کو قسطنطنیہ میں طلب کر کے نظر بند کر لیا گیا۔ لیکن بظاہر وہ شاہی مہمان تھا۔ اور اس کے تمام مسائل خواہ سلطانی سے ادا کئے جاتے تھے +

ابنِ اتحاد ترقی حسین استنول میں ہی تھا کہ نوجوان ترکوں نے اپنی یکتائی کا علم بلند کیا۔ اور انھیں ”اتحاد و ترقی“ جس کے ارکان میں آنورِ طلعت اور جمال جیسے محبت وطن انتمی خاص شامل تھے۔ اقتدار حاصل کر کے سلطان عبد الحمید خاں کو معزول کر دیا + یہ انقلاب ایک سلطان کے عزل اور دوسرے کے نصب تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ سلطنت کی حکمتِ علی میں ایک ترقی واقع ہو گیا۔ اور ترکی کے طول و عرض میں وطنیت کے وہ افکار و عقاید پھیل گئے جن کی اشاعت مغربی مفکرین ایک عرصہ سے کر رہے تھے + نوجوان احرار نے حسین اور اس کے فرزندوں کو رہا کر دیا۔ اور صرف رہا ہی نہیں کیا۔ بلکہ حسین کو شریفِ مکہ مقرر کر کے اس کے جرائم پر خطِ عفو بھیج دیا +

حرکت ملیت پسند حرکت و وطنیت کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اُس سے عربستان بھی متاثر ہو چکا تھا۔ اور بعض عرب ارباب فکر چین میں زیادہ تر شامی فوجوان تھے۔ ایک عرب سلطنت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان افکار کا سہ چشمہ مغرب تھا۔ اور ترکوں سے عربوں کا پیوند قطع کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہو سکتا تھا۔ کُرُن کے دماغ میں وطنیت اور آزادی کے خیالات بے ترتیبی سے ٹھونس دیئے جاتے۔ وطنیت کے اس مجنونانہ جذبہ کو فہم و بصیرت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ جذبہ نہایت جاذب نظر اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اس عہد کے اکثر فضلا بھی گمراہ ہو گئے۔ اور عرب کی حرکت و وطنیت کی حمایت و تائید کرنے لگے۔ ان لوگوں میں "النار" کے فاضل رئیس التحریر علامہ رشید رضا بھی تھے۔ جن پر بعد میں ظاہر ہو گیا کہ ارباب غرض نے وطنیت کا ڈھونگ کھڑا کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔ جب جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو یہ تحریک شباب پر تھی۔ شام اور فلسطین میں بعض انقلابی مجالس مرتب ہو چکی تھیں۔ اور عربوں کو ترکوں کے خلاف براہِ نیچہ کیا جا چکا تھا۔ لیکن جب ترکوں نے جنگ میں جرمنی کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا۔ اور استنبول سے تمام روسا اور وعدہ کے نام فراہم جاری کئے گئے تو حسین نے ترکان احرار کو یقین دلایا کہ ساما عربستان اُن کے علم کے نیچے مجتمع ہو کر تحفظِ حرمت و ناموسِ اسلام کی خاطر کٹ مرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

شرکتِ مطالبات اور ترکوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جا رہا تھا۔ اُدھر بحیرہ قلزم کے غیر آباد ساحل پر انگریز افسروں سے خفیہ ساز باز ہو رہا تھا۔ اور ضمیر فردشی اور غداری کی قیمت طلب کی جا رہی تھی۔ حسین کے مطالبات یہ تھے کہ شمال میں

ترسینا ملک۔ جنوب میں بحر ہند ملک۔ اور مشرق میں ایرانی سرحد تک تمام علاقہ پر اس کی بادشاہت تسلیم کر لی جائے۔ انگریزوں نے جواب دیا کہ ترسینا۔ اسکندرون اور حصہ وغیرہ عرب میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے اس علاقہ پر اس کی سیادت منظور نہیں کی جاسکتی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی حدود کے متعلق اس کا مطالبہ منظور ہے۔ غرض کہ حسین نے ان شرائط پر انگریزوں سے معاہدہ کر لیا۔ اور بناوٹ کے نقیب اور داعی یہ خبر لے کر تمام عربستان میں پھیل گئے۔



# تیسرا باب

## بغاوتِ عرب کے اسباب و علل

تاریخ کا طالب علم جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا ذہن فوراً ان اسبابِ علل کی تلاش و جستجو میں مصروف ہوتا ہے۔ ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے سارے عرب کو ترکان عثمانی کے مقابلہ میں ہٹا کر دیا۔ اور جب اُسے ترکوں کی مشرقی حکمتِ عملی میں کوئی ایسا واضح اور نمایاں نقص نظر نہیں آتا جو بغاوت کا محرک ہوا ہو۔ تو قدرتا اُس کا ذہن ان مغربی طاقتوں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے اس عیسائی انقلاب میں فائدہ اٹھایا۔ اور سوچنے لگتا ہے۔ کیا انقلاب کی وہ چنگاری جو عرب کے خرمینِ عافیت کے حق میں برقی بلا بن گئی۔ استعمارِ مغرب کے آشکدہ سے آئی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ہمیں عربستان کی بغاوت کے محرکات تلاش کرنے کے لئے اسی گوشہ کی جانب رخ کرنا چاہئے۔

کارلائل اور علمائے اجتماع کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ افرادِ جمعیوں میں انقلاب ملے کزل لائن نے لندن ٹائمز کے ایڈیٹر کے نام سائلہ میں جو مکتوب لکھا تھا۔ اُس میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عرب ترکوں کی سلطنت سے خوش تھے۔

برپا کر کے ان کے سیاسی نظام کو یکسر متغیر کر دیتے ہیں محققین کے ایک دوسرے  
گروہ کا خیال ہے کہ جماعتیں انقلاب برپا کرتی ہیں۔ لیکن عرب کا انقلاب بہت  
جدید ایک افراد کا مرہون منت تھا جو عربوں کے طبعی ترجمان نہ مذہب اور تہذیبی روایات  
سے باخبر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عربوں کی طبیعت میں انقلابی اثر قبول کرنے  
کی صلاحیت موجود تھی۔ وہ ایک سیاسی شعور کے مالک تھے۔ لیکن اس استعداد  
سے فائدہ اٹھا کر انہیں بنادوت اور کشتی پر آمادہ کرنے والے معدودے چند افراد  
تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ افراد کون تھے کیا عرب میں ایسے کمال پاشا  
یا مسولینی جیسی کوئی شخصیت پیدا ہوئی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان افراد کو فطری جذبہ حب  
وطن نے دعوت انقلاب دینے پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ بلا ان میں بعض ارباب غرض  
تھے۔ اور بعض مغرب کے مجہول افکار اور وطنیت کے ننگستانی تخیل کے دلدراہ جنہیں  
دول مغرب نے اپنا آئہ کار بنا رکھا تھا۔ غرض کہ یہ لوگ دراصل استعمار مغرب کے نقیب  
تھے۔ لیکن انہوں نے خود کو وطنیت کا داعی سمجھ رکھا تھا۔

شریف حسین اقتدار کا جو یا تھا۔ اس کے چاروں فرزند علی فیصل۔ عبداللہ اور  
زید جاہ و جلال کے بھوکے تھے۔ اور ان کی پشت پر انگریزوں اور فرانسیسیوں کا دست  
شفقت تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جو نیک نیتی سے "استقلال عربستان" کو فتائے  
نظر سمجھے ہوئے تھے۔ لیکن دراصل ان کا تصور وطنیت بھی اہل مغرب کی حیلہ بازیوں  
کا مرہون منت تھا۔

دنیا کے ہر ملک میں حقوق مساوات۔ اخوت اور خیریت کے نام پر دعوت  
انقلاب دی گئی لیکن دراصل اس دعوت کی پشت پر متبذہ شخصیتیں تھیں۔ جو نظام سیاسی



کے بدلتے ہی برہنہ تلواریں لئے نمودار ہوئیں۔ اور تو آؤ فرانس میں جہاں شاہی اور ملکیت کے خلاف نہایت کامیاب جہاد کیا گیا۔ یہی صورت پیش آئی یعنی ابھی انقلاب کا طوفان پہنچل تھا تھا۔ اور قوم کی تخریبی اور سبلی قوتیں چند لمحوں کے لئے آسودہ ہوئی تھیں۔ کہ یکایک پرستاران انقلاب کے گروہ سے ایک مستبد شخصیت نمودار ہوئی۔ اور ان تمام لوگوں نے جو شاہی کے تصور سے لرز جاتے تھے اُس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا۔

عرب میں کوئی بولین پیدا نہیں ہوا لیکن اخوت و حریت کے وعظ کی پشت پر استبداد کا وجود ضرور تھا۔ شریفین حسین بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تو محض ایک حربہ تھا۔ جسے دول فرنگ نے اپنے مستعمرانہ عزائم کی پیش رفت کے لئے استعمال کر کے پھینک دیا۔ درحقیقت عرب کی دعوت حریت یا بلوں کہئے کہ اتحاد عرب اور استقلال عرب کی اس عافیت میں تخریک کی پشت پر استعمار فرنگ کی مستبدیت تھی اور جب انقلاب کی آگ فرو ہوئی تو یہ قوت برہنہ تلوار لئے نمودار ہوئی۔ سارے عہود وراثت طاق پر دھرے رہ گئے۔ اور فریب خود دکان و طغیت کی آنکھیں کھل گئیں۔

پان اسلامزم [مسیحی دنیا] پان اسلامزم یعنی اسلام کی بین الاقوامی دعوت سے بہت خائف تھی۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ اگر مختلف النسل مسلمان متحد ہو گئے۔ تو اس کا وجود سارے یورپ کے لئے ایک خطرہ بن جائے گا۔ اس اتحاد اسلامی کو شکست دے کر ترکوں کو یورپ سے نکالنے اور اسلامی ممالک کو مسیحیت کے حیلہ اقتدار میں لانے کے لئے ایک وسیع سازش کی گئی۔ ترکوں کو پہلے وطنیت کا درس دیا گیا۔ یعنی یہ کہ کیا۔ کہ وہ ترک

ہیں۔ عربوں اور مصریوں سے ان کا کوئی نسلی رشتہ نہیں۔ اس لئے انہیں وطنیت کو اخوت اسلامی پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ پھر تحریک اتحاد تورانی کا علم بلند کیا گیا۔ یعنی وانگا کے کنارے سے باسفورس کے ساحل تک یہ صدائوںج اٹھی۔ کہ تمام تاتاریوں کو جو قفقاز، قازان، کریمیا، استراخان، ترکی اور افغانستان میں پھیلے ہوئے ہیں تھی، ہو جانا چاہئے۔

اکاد تورانی پر پروفیسر ویسری کے قلم نے اس تحریک کا نام اچھالنے میں بہت حصہ لیا اور روسی مسلمان تو اس خیال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہ روس کو چھوڑ کر ترکی میں آباد ہونے لگے۔ انہی دنوں ایک تاتاری ادیب یوسف بے اچرا اوغلو نے قسطنطنیہ میں مجلس اتحاد تورانی کی بنیاد ڈالی۔ اور تورانی تحریک کی تائید و حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تین سیاسی نظام ہے۔

دوسری جانب عربوں سے کہا گیا کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ مذہب سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ کوئی معیت ایسی نہیں جس کے ارتکاب پر وہ اپنے نفس کو دلیر نہ پاتے ہوں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ عرب عربی کو چھوڑ کر ترکی زبان اختیار کر لیں۔ ان کی شورش جتنی اور ویدہ دلیری اس حد تک جا پہنچی ہے کہ وہ قرآن کریم میں تحریف کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے اسماء کی جگہ تاتاری بادشاہوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ عربوں کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر بہانہ مشہور کر دیا گیا کہ ترک خدا سے واحد کے بجائے ”گرگ سپید“ کی پرستش کرتے ہیں جنہیں ان کے سلاف ظہور اسلام سے پہلے وسط ایشیا کے برفانی میدانوں میں بوجا کرتے تھے۔ غرض کہ ترکوں کے اتحاد کی داستانیں کچھ اس طرح بیان کی گئیں کہ

عرب اُن سے قطعاً متنفر ہو گئے +

اس کے ساتھ عربوں کو ولایت کے ہر رنگ زمین و ام میں اُلجھانے کی کوشش کی گئی۔ انہیں اسلام کے کارنامے یاد دلانے گئے۔ اور یہ اعتراضات کیا گئے۔ کہ فرنگستان میں تہذیب کی جو شمع تھیلیاں بجھ رہی ہے۔ اُس کی روشنی اسلام کے چراغ ایزد فروز سے مستعار لی گئی ہے + انہیں یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ عرب جنہیں قرآن کے مخاطب اولین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لمحہ ٹوکوں کے محکوم کیونکر رہ سکتے ہیں + چنانچہ اسی زمانہ میں جبکہ ایک جانب اتحاد تورانی کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ دوسری جانب اتحاد عرب کا راگ الا یا جارا تھا +

سیسی پادری مغربی استثمار کے نقیب ہیں۔ وہ اگرچہ مرکز عرب میں پہنچ کر ان خیالات کی اشاعت تو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن شام اور فلسطین میں وہ جہاں جہاں پہنچ سکے اسی نوع کے افکار نہایت سرعت سے پھیل گئے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو عربوں کا بھیس بدل کر حجاز تک جا پہنچے۔ مشہور سیاح ڈاؤنٹن عرصہ تک حجاز میں

ملہ لفظ پڑا۔ وہ لائن ان عربیہ لائنوں کے ساتھ عرب ہیں۔ معنف لادل ماس۔ صفحہ ۵۰۔

ملہ جن مغربی سیاحوں نے عرب کی سیاحت کر کے اُس کے آثار کا معائنہ کیا۔ ان میں سب سے پہلا شخص نیو ہمر ہے۔ ملائکہ دین ڈنمارک کی حکومت نے سیاحوں کا ایک وفد بھیجا تھا۔ نیو ہمر اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ لیکن اُس کی سیاحت زیادہ حرمین کے علاقہ تک محدود رہی۔ اس کے بعد ہمبرج۔ یونائیٹڈ کنگڈم نے عمیر کی سیاحت کی۔ ان کے بعد ڈاؤنٹن جوب کے آثار کا مطالعہ کیا۔ ملائکہ دین اوسے نے سب کے آثار کی تحقیق کی۔ اس کے بعد آسٹریا کے ایک ماہر علم آثار گھوزرنے حیرتی آثار کا معائنہ کیا۔ لیکن یہ لوگ سوا اعلیٰ علاقوں سے

رہا۔ وہ عربی زبان نہایت صفائی اور روانی سے بولتا تھا۔ اور کسی کو لہو بھر کے لئے بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ افرنجی الاصل عیسائی ہے۔ ٹامس لاول نے ایک اور مسیحی حسن ابن خلیل کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو امیر فیصل کی فوج میں شامل تھا۔ عرب اس کے متعلق صرف اتنا جانتے تھے۔ کہ وہ ایک عربی النسل مسلمان ہے جس کی

آگے نہیں بڑھے۔ ڈزریڈے۔ ہرلش اور تھیوڈور بلٹ نے حفصہ کی سیاحت کی۔ اور دیگر کے اکثر کتابت کو محفوظ کر لیا۔ لیکن حجاز میں بہت کم سیاحوں کو جانے کا اتفاق ہوا۔ سر رچرڈ برٹن ج کے بہانہ سے مسلمان بن کر پہنچا۔ اور مدتوں حجاز کی سیاحت میں مصروف رہا۔ بر کھارڈ نے بھی مسلمان بن کر حجاز کی سیاحت کی۔ اس پر اسلام کی سادگی کا افسر اس قدر ہوا کہ وہ آخر کار مسلمان ہو گیا۔ حجاز کی سیاحت میں اولیت کا فتح ایک ہسپانی سیاح بیٹھے پلج کو حاصل ہے جس نے علی بے عباس کے نام سے عثمانیہ عربین مکہ منکر کی زیارت کی۔ لیڈی بلٹ اور ہوبر کی سیاحت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن انہیں حجاز میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے آخر میں گورڈون اور مس روز ٹانفوریس نے عرب کے ساحلی مقامات کی سیاحت کی۔ ایڈورڈ سنہری پامر کو اگرچہ ان سیاحین اور کشتیوں میں چنداں اہمیت حاصل نہیں لیکن اس نے اسلامی ممالک کا سفر محض سیاسی اغراض کے ماتحت کیا تھا۔ پامر عربی۔ فارسی اور اردو میں مہارت رکھتا تھا۔ فارسی اور اردو نظم و نثر پر بھی اسے قدرت تھی۔ جب مصر میں عربی پاشا نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو پامر کو اس کے خلاف ہر وہ گنڈا کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ اس نے بھییں بد لکھ مختلف قبائل میں عربی پاشا کے خلاف ایسی پر جوش تقریریں کیں کہ بغاوت کا پہلا ساز و شور نہ رہا۔ آخر وہ جو الی عرب میں ایک اعرابی کے ہاتھوں قتل ہو گیا +

(۱) سیاحانہ تصانیف

عمر کا ایک حصہ مسیحی ممالک میں بسر ہو چکا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ مسیحی تھا۔ اور اگرچہ  
اسے یہ جرات تو نہ تھی کہ اپنے مذہبی عقاید علانیہ بیان کر دے۔ لیکن تخریک  
”دعوت عربیہ“ کی تائید و حمایت اور اپنے سیاسی افکار کی تبلیغ سے اسے کوئی نہیں  
روک سکتا تھا +

غرفہ جنگ عمومی شروع ہوئی۔ تو شام کی ترکی نوج کے تمام عرب سپاہیوں  
کو بغاوت پر آمادہ کیا جا چکا تھا۔ صحرائے عرب کے تمام قبائل ترکوں کے خلاف  
علم و بناوت بلند کرنے پر تیار بیٹھے تھے جسین کے قاصد ہر قبیلہ کے شیخ کے پاس  
پہنچ چکے تھے۔ اور شام فلسطین اور حجاز کے عربوں کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو ٹوٹ  
ترکوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کو اپنی زندگی کا اولین فرض نہ سمجھتا ہو +



# چوتھا باب

## شریف حسین کی حیلہ سازیاں

جنگ عمومی کا آغاز آسٹریا اور سرودھ کے نزاع سے ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر میں سارے یورپ کی فضا آگ کے شعلوں سے چھب گئی اور سمندر کی نیلگیں سطح کو خون کی چادر نے ڈھانپ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ محاربہ عظیم کا باعث ایک سرودی طالب علم کا جذبہ عشق وطن تھا جس نے ولی عہد آسٹریا کو قتل کر کے دول فرنگ کے لئے پیکار آزمائی کا ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا۔ لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ جنگ کی آگ عرصہ سے سلگ رہی تھی۔ اگر ولی عہد آسٹریا کے قتل کا واقعہ برروئے کار نہ آتا۔ جب بھی جنگ ناگزیر تھی مغربی استعمار اپنی اغراض پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ ایسے ہمانے تلاش کر لیا کرتا ہے +

ترک ابتدا میں غیر جانبدار تھے۔ لیکن جنگ کے شروع ہوتے ہی انہوں نے سرحدوں کو مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ انگلستان میں ترک کی عساکر کی نقل و حرکت کو غیبہ کی نظر سے دیکھا ابھار مارتھا۔ جب ترک اس آگ اور خون کے مصیب کھیل میں فسرک ہوئے تو برطانی مدد پر پکار اٹھے کہ موت کا گھڑیاں بیچ چار ترکوں نے جنگ

میں شریک ہو کر اپنی موت کے محضر پر دستخط کر دیئے۔ ہندوستان کے مسلمان جنہوں نے برطانیہ سے عہد و وفا استوار کر رکھا تھا۔ یہ چاہتے تھے۔ کہ ترکِ اول تو جنگ میں شریک ہی نہ ہوں۔ اور اگر شریک ہوں تو انگریزوں کا ساتھ دیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست فہمی کی حقیقت کس کو معلوم نہیں؟ ترکوں نے جو کچھ کیا۔ یونے اور ضرورت دیکھ کر کیا۔ وہ مجبور تھے کہ جنگ میں شریک ہوں۔ اور ہرمنی کے عیلت کی حیثیت سے شریک ہوں +

افسلائی تحریک اہم بیان کر چکے ہیں کہ جنگ سے پہلے ہی شام، عراق اور فلسطین میں ایک وسیع انقلابی تحریک نشوونما پا رہی تھی۔ اگرچہ شریف حسین اور شام و فلسطین کے مصلحین کی جلا سازوں کے تفصیلی تذکرہ کا یہ موقع نہیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر بعض اہم امور بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ دنیا پر کم از کم یہ تو واضح ہو جائے کہ بغاوتِ عرب کے سلسلہ میں ترکانِ احرار پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں ان صداقت کس قدر ہے +

شام اور فلسطین میں جو لوگ ترکوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ان میں امیر عرابی - ڈاکٹر عبد الرحمن - قود علی - امیر عارث الشهابی - شعیب بے المودید شکرچی - عبد الوہاب - توفیق بے - عبد الحمید الزیراوی - عبد العزیز علیسی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبد الکریم الحلیلی ان کا سرگروہ تھا۔ جمال پاشا ۱۹۱۵ء کے اواخر میں شام و فلسطین کے عامل مقرر ہو کر دمشق پہنچے۔ وہ ایک نکتہ رس اور بیدار مغز بزرگ تھے۔ ان لوگوں کے تیور دیکھ کر انہوں نے فوراً ان کے عزائم پر اطلاع حاصل کر لی۔ وہ اگرچہ جتھے تو تشدد سے اس فتنہ کو دبا سکتے تھے لیکن جمال پاشا اور دوسرے

نوجوان ترک وطنی تحریکوں کے حامی تھے۔ اور ان کے نزدیک ہر قوم کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنے لئے کامل خود مختار حکومت کا مطالبہ کرے۔ اس لئے انہوں نے ان دیحان و طینت کا حوصلہ بڑھایا۔ اور ان کے جلسوں اور مظاہروں میں خود شریک بنے ہوئے رہے۔ لیکن ان بدبختوں نے پاشائے موصوف کے احسانت کی قدر نہ کی۔ عبد الکریم الجلیلی بظاہر تو یہ کہتا تھا کہ شام و فلسطین کے شجاع عرب ایسی نازک ساعت میں خلیفۃ المسلمین کے وفادار رہیں گے۔ اور ایک خاص مجلس میں اپنے رفقا سمیت حلف و فاداری اٹھایا چکا تھا لیکن دراصل ترکوں کے خلاف براہ سازش ہو رہی تھیں اور اباب شمر و قساد سیدون اور طائر کے اضلاع میں بغاوت برپا کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جون ۱۹۱۵ء میں جہاں پاشا کو اطلاع ملی کہ شام میں بغاوت کا فتنہ سر اٹھ رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اصلاح کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تو عبد الکریم اور اس کے رفقا کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے۔

سازش کا انکشاف | اب عجیب عجیب راز کھلے۔ کئی دستاویزیں پیش ہوئیں

جن سے معلوم ہوا کہ بغاوت کی ساری نچت و پز ہو چکی تھی۔ ایک اور اطلاع یہ بھی ملی کہ شام کے عیسائی اس ملک میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عرب یہ سن کر بے حد براغور ختم ہوئے اور شام و فلسطین کے تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جہاں پاشا کے حسن تدبیر نے ملک کو خونریزی سے بچالیا۔

لے اگر عرب اس وقت ترکی کا ساتھ دیتے تو کیا عجب تھا کہ وطن پرست ترک شام و فلسطین، عراق اور حجاز کی عنان اختیار عربوں کے سپرد کر دیتے۔



عبد الکرم الخلیلی کی گرفتاری نے سازشیوں کی کمر توڑ دی۔ جماعتِ مصلحین کے ارکان جہاں جہاں موجود تھے۔ گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن اُس وقت تک کوئی ایسی دستاویز قبضہ میں نہیں آئی تھی جس سے شریف حسین کے ساتھ سازشیوں کا تعلق ثابت ہو سکتا۔ جمال پاشا تو اس قبضہ میں آجھے ہوئے تھے۔ اور ادھر شریف حسین مصر کے ہائی کمشنر سر شری میگوہن سے گفت و شنید میں مصروف تھا۔ جنوری ۱۹۱۷ء تک یہ گفت و شنید مکمل ہو گئی +

فیصل قسطنطنیہ میں | اگر شام کے باغیوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہوئی تو حسین شام میں بغاوت برپا ہوتے ہی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتا۔ لیکن مشکل یہ پڑی کہ ادھر اتحادیوں کی فوجیں ورہ دانیال سے پسپا ہو رہی تھیں۔ اور ادھر سازش ناکام ہو چکی تھی۔ اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس تاخیر و تویق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ شریف حسین ترکوں سے روپیہ اور سامانِ حرب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فیصل کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اُس نے خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اور اپنے باپ کی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور کہا کہ عرب کا بچہ بچہ خلافتِ اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر جان نثار کر دینے پر آمادہ ہے۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اور فیصل نے تقریباً آٹھ ہزار پونڈ نقد اور بہت سا ذخیرہ حرب حاصل کر لیا +

جن دنوں عبد الکرم الخلیلی۔ رضا بے وغیرہ کو سزائے موت دی گئی فیصل مشق میں موجود تھا۔ وہ خائف تھا کہ کہیں اُن میں سے کوئی راز فاش نہ کر دے لیکن غیر گذری کہ کسی نے زبان تک نہ ہلائی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک سازشی کو سزائے موت دی جا رہی تھی۔ فیصل سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور اُس نے جلال پاشا

کی جانب رخ کر کے کہا: "آپ کو اس ظلم کا خیال نہ بھگتا پڑے گا؟" اس کی اس غیر معمولی جبارت نے پاشائے موصوف کو ہر فروختہ کر دیا۔ ابراگر فیصل کے بعض دوست جو استنبول میں اعلیٰ اعمدوں پر مامور تھے۔ اس کی جاس سے معذرت کر کے معاملہ رفع دفع نہ کر دیتے۔ تو شاید اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان سادشیوں کا ہو چکا تھا، لیکن اس روایت کی صحت محل نظر ہے۔ چنانچہ پاشا نے اپنے تذکرے میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔

انور جہاں کے قتل کی سازش | فروری ۱۹۱۷ء میں انور پاشا اور جہاں پاشا مدینہ پہنچے فیصل آن کے ہمراہ تھا۔ اس سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ سربین کی مہم میں شرکت کے لئے جو فوج جمع کی گئی تھی، اس کا معائنہ کریں۔ یہاں پانچ ہزار سربو آنا جمع تھے انور پاشا اور جہاں پاشا نے اس فوج کا معائنہ کیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ تلواریں جن کی تابش دیکھ کر ہم خوش ہو رہے ہیں۔ ترکوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائیں گی؟ شریف حسین نے انکے اعزاز میں ایک ضیافت دی اور اپنی کامل ٹافا داری کا یقین دلایا۔ اور صر عرب کے بعض شیوخ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ انور جہاں کو تلوار کے گھاٹ مٹا دیا جائے۔ اسی رات کو چند اکابر فیصل کے پاس یہ تجویز لے کر پہنچے۔ فیصل نے جواب دیا تجویز تو مقبول ہے۔ لیکن صر عرب جسے اپنی مہمان نوازی پر فخر ہے۔ دنیا کو کیا منہ دکھائے گا؟

لہذا جہاں پاشا مرحوم کا تذکرہ جو دراصل مرحوم کا روزنامہ ہے۔ پہلے ترکی زبان میں شائع ہوا۔ علی احمد شکری نے اسے عربی میں منتقل کیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں پچیس کمپنی نے شائع کیا ہے۔

شریف حسین کا پیغام | انور پاشا واپس قسطنطنیہ پہنچے تو شریف حسین کا ایک ماریوہول  
 ہوا جس کا مضموم یہ تھا کہ ترک سے مکہ تک میری حکومت تسلیم کر لی جائے۔ اور  
 جماعت مسلمانین کے جو ارکان قید ہیں۔ انہیں فوراً رہا کر دیا جائے۔ اس تار نے  
 شریف حسین کے عزائم کو بالکل بے نقاب کر دیا تھا۔ لیکن فیصل نے گڑگڑا کر  
 کہا کہ اس بارہ میں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس تار کا جواب یہ دیا  
 گیا کہ خود مختاری کے مطالبہ کا یہ وقت نہیں فیصل نے مٹی میں مدینہ مراجعت  
 کی۔ چال پاشا اگر چاہتے تو اسے نہ جانے دیتے۔ لیکن جب اس نے اجازت طلب  
 کی تو انہوں نے فوراً درخواست منظور کر لی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے ایک افسر  
 نوادے سے کہہ دیا کہ فیصل جاتے ہی گل کھلا بیگنا۔ اور غرب میں پناہ دے دیا  
 ہو جائے گی۔ آخر یہی ہوا اور ۲۲ جون کو مدینہ کے شمال میں ریلوے لائن پر حملہ کر دیا گیا  
 غرض کہ یہ ہے شریف حسین اور اس کے رفقاء کی جیل ساریوں کی مختصر داستان۔  
 جسے مغربی معنفوں کی رنگ آمیزیوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے +

بجاوت کا اعلان | شریف حسین نے ۲۴ جون ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان  
 کیا۔ یہ اعلان ترکوں کے گناہوں کی ایک طویل فہرست پر مشتمل تھا کہیں ترکوں  
 کے مفروضہ الحاد کی داستان تھی۔ کہیں استخفافہ شریفیت کا افسانہ تھا کہیں انجمن  
 اتحاد و ترقی کے ارکان کی بے اعتدالیوں کا ذکر تھا۔ اور کہیں شام اور فلسطین  
 کے ان اشرار کا نام تھا جنہیں جمال پاشا نے سزائے موت دی تھی۔ اس پر  
 زمیں گیر نے اپنے اعلان میں دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ کہ ترکوں کی۔  
 یہ عنوانات حد سے بڑھ گئی ہیں اور اب اصلاح کے تمام دروازے بند ہو چکے

\* میں

فیصل کا خیال تھا کہ وہ چند گھنٹوں میں مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ لیکن یہ امید  
برنہ آئی۔ اس نے مدینہ پر نہایت بے جگری سے حملہ کیا۔ لیکن عین معرکہ میں ایک  
قبیلہ کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اس کا بھاگنا تھا کہ ساری فوج بھاگ نکلی۔ اور فیصل  
کو اپنے کیمپ میں جو مدینہ سے مغرب کی جانب تھا پناہ لینی پڑی \*

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے اور ہر مکہ معظمہ میں شریعت حسین نے ترکوں پر حملہ کر کے قلعہ  
پر قبضہ کر لیا۔ ترک نہایت شجاعت سے لڑے اور سب کے سب کٹ مے  
حیرت ہے کہ شریعت حسین نے بائینہمہ اور عائشہ اسلام پرستی۔ اس معرکہ میں  
بے حد قساوت قلبی کا ثبوت دیا۔ ترکوں کا خون نہایت بے دردی سے بہایا  
گیا اور ترک قلعہ دار کی نقش کو اس دیا رفتہ دس کے گلی کوچوں میں گھسیٹا گیا۔  
موت کا قلم ہمیشہ ان منہالم کا ماتم کرتا رہیگا۔ جو ترکوں پر اس بلد آسمان میں توڑ  
گئے! اور اسلام کا مجدد شرف ہمیشہ اس واقعہ پر نوجہ گزرے گا۔ کہ حرم پاک  
میں جہاں ہر ذی حیات کو امان دی جاتی ہے غرضندانِ توحید کو امان نہیں دی  
گئی \* ۷

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ

قرب حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

جدہ پر عربوں نے پانچ دن کے مختصر عرصہ میں قبضہ کر لیا۔ لیکن اس فتح مندی  
میں حسین کے مسیحی حلیف برطانیہ کی اعانت بھی شریک تھی۔ کپتان ہائل کی سر  
کردگی میں پانچ انگریزی جہاز بھجھ دیے گئے تھے۔ عربوں نے جھٹکی سے حملہ کیا۔

انگریزی جہازوں نے سمندر سے گولباری کی۔ تیاری میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے کسی مسیحی سلطنت کو اس طرح عرب کے امن و سکون میں خلل انداز ہونے کی حرأت نہیں ہوئی تھی +

مدینہ سے پسپائی | فیصل مدینہ کے باہر بیٹھنا و خائن حرب کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے کئی قاصد رات بھر بھیجے۔ لیکن انگریزوں نے صرف کچھ رنگ خوردہ جاپانی بندوہیں بھیج دیں۔ انگریزوں نے انہیں دنوں بنبرج کے فوجی استحقاقات پر قبضہ کر لیا۔ فیصل انگریز کرنیل سے جو اس دستہ کا افسر تھا، ملا اُس نے کچھ تو ہیں دے کر فیصل کی اشک ثنوی کر دی +

فیصل نے پھر مدینہ پر حملہ کیا۔ لیکن ترکوں کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ وہ بڑی بڑی امیدیں لے کر آگے بڑھتا تھا اور ترکوں کی شجاعت کی چٹان سے ٹکرا کر عاجز و درماندگی کے احساس کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ فیصل دل شکستہ ہو گیا۔ قبائل آہستہ آہستہ اُس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ روپیہ اور سامان حرب کی کمی تھی۔ اور اس عرصہ میں اُسے شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ شریف حسین مکہ میں تھا۔ عہد اللہ بھی اُس کے پاس تھا۔ اور علی اور زید تاریخ میں تھے۔ آخر فیصل بھی طویٰ مدینہ سے پسپا ہو کر ساحل کے قریب پہنچ گیا لیکن اہل قبائل کا ایک دستہ ترکوں کی چوکیوں پر حملے کرتا رہا۔ حملہ و دفاع کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ یکایک صحرائے عرب کی غیر محدود وسعت سے ایک پراسرار اُجنبی نمودار ہوا جس نے اتنے ہی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ یہ شخص لائن تھا جس کے کارناموں کا تفصیلی تذکرہ ہمارا مقصود اصلی ہے +

سہ رائج بحیرۂ قلزم کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے +

# پانچواں باب

## ٹامس ایڈورڈ لارنس

ٹامس ایڈورڈ لارنس کی ولادت ۱۸۵۷ء میں بمقام ٹریبیڈوگ ہوائی پوسٹالی  
 ریڈیز واقع ہے۔ اس کا باپ ٹامس لارنس آئرش نسل سے تھا۔ اور اس کی ماں  
 جو کچھ عرصہ تک دین مسیحی کی تبلیغ کرتی رہی ہے۔ ایک انگریز خاتون + لارنس کے سوانح  
 نگار ٹامس لاول نے اس کے نام و نسب کے متعلق بعض عجیب و غریب غلط بیانیوں  
 کی ہیں مثلاً وہ لکھتا ہے کہ سر جان لارنس اور سر نہری لارنس جو دو شخص کے سلسلہ  
 میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ لارنس کے اجداد میں تھے۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے +  
 خود لارنس اور اس کے دوسرے سوانح نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ لارنس  
 کا باپ ایک معمولی شخص تھا۔ جسے کوئی خاص عزت یا وجاہت حاصل نہیں تھی +  
 تسلیم لارنس کی تعلیم مختلف مکاتب میں ہوئی۔ اس نے اپنی ابتدائی عمر کچھ عرصہ  
 نیوسکاٹلینڈ میں بسر کیا کچھ فرانس اور ہپ شاتر میں + تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کرنے  
 کے بعد وہ آکسفورڈ کے چیوز کالج میں داخل ہو گیا۔ انگلستان کا ایک اہل قلم بارٹ  
 گروڈ جس نے اس کے سوانح حیات نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں دیکھتا ہے

کہ لارنس کو مبدیہ فیاض نے علمی ذوق عطا کرنے میں نہایت فیاضی سے کام لیا تھا وہ تعلیم سے غیر معمولی شغف و انہماک رکھتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے سے پیشتر ہی اُس نے عربوں اور ترکوں کے متعلق کافی ذخیرہ معلومات فراہم کر لیا تھا۔ اور اکثر اوقات اُس کے قلب میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اسے کاش عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا!

سیاست لارنس کو اپنے امتحان کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھنا تھا۔ مقالہ کا موضوع تھا ”قرون وسطیٰ کے فرنگستانی فن تعمیر پر حروب صلیبیہ کے اثرات“ انگلستان اور فرانس کی وہ تمام عمارتیں جو قرون وسطیٰ کی یادگار ہیں۔ اُس کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ اُس نے صلیبی نبرداناؤں کے آثار باقیہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے شام اور فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ٹوٹی پھوٹی عربی سیکھ لی تھی۔ اُس کی ساری کائنات ایک کیمرے پر مشتمل تھی، اُس کی حیرت انگیز جزات اور بے باکی کا ثبوت اُسی وقت سے ملنا شروع ہو گیا تھا جبکہ اُس نے اس کم ہانگی اور بے سروسامانی کے عالم میں فلسطین اور تیسریا کا پایادہ سفر کیا۔ وہ حیفہ سے ہوتا ہوا کوہستان طارس تک چلا گیا۔ وہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم کر حروب صلیبیہ کے زمانہ کے آثار کا معائنہ کرتا تھا۔ اور باؤنیش عربوں کی مہمان نوازی کی بدولت اُسے طعام و قیام پر کچھ صرف بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شام میں ایک ترکمان نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اور اُسے مجروح کر کے اُس کی حبیب سے گھڑی نکال کر لے گیا۔ اس حادثہ کے بعد اُس نے عربوں کی ایک قریبی بستی میں رات گزاری۔ یہ لوگ اس قدر نیک اور مہمان نواز تھے کہ انہوں نے چور کو مالِ مسروقہ سمیت لارنس کے سپرد کر دیا۔

ہیں پہلی مرتبہ لارنس کو صحرائے عرب کی عظمت کا احساس ہوا۔ وہ ایک پرانے قلعہ کے گھنٹروں کا معائنہ کر رہا تھا کہ اُس کے عرب بدلتے آئے یاسین اور بنفشہ کے پھول دکھائے جن کی نکلت سے روح بایسہ ہوتی تھی۔ اور پھر غیر محدود ریگ زار پر نظر دوڑا کہ کہا ”صحرائے عرب کی جوانمردی اور نکلت ہے۔ وہ یاسین اور بنفشہ میں کہاں؟“

لارنس چار ماہ کی مختصر سیاحت کے بعد گھر لوٹا تو شام کی ایک اور دعوت کو اپنا منتظر پایا یعنی میگلین کالج نے اسے آثار قدیمہ کی تحقیق و ترمیم کی غرض سے چار سال کے لئے وٹیف دینا منظور کر لیا۔ اور وہ پھر فرات کی شاداب اوی میں پہنچ گیا۔ جہاں ڈاکٹر ہوگر تھ کی نگرانی میں ایک قدیم شہر کے آثار کی کھدائی ہو رہی تھی۔ یہ کام اُس کے ذوق و وجدان سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ ۱۹۱۷ء سے آغاز جنگ عمومی تک شام میں رہا۔ ۱۹۱۸ء میں ڈاکٹر ہوگر تھ کی جگہ ایک انگریز ماہر آثار قدیمہ ہونا رڈوڈی نام نے لے لی۔

بعد ازیں کو اُس زمانہ میں قسطنطنیہ سے بغداد تک ریلوے کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جرمن انجینئریا کے فرات پر ایک پل بنانا ہے تھے۔ لارنس کے پردہ بصیرت پر مستقبل کے واقعات کا نقشہ کھینچ چکا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ مشرق میں جرمنوں کی مداخلت خالی از علت نہیں۔ چنانچہ اُس نے لارڈ کچنر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اسکندریہ کو جرمنوں کے قبضہ میں کیوں دیدیا گیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ڈسٹرلی نے

لے ماہرہ برلن کے رڈ سے اسکندرونہ جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔

لے ڈسٹرلی انگلستان کا مشہور مدبر و عرصہ تک وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر سرگزار رہا (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸)



ایک مرتبہ کہا تھا کہ ”اس بندرگاہ پر امن عالم کا دار و مدار ہے“  
 لارڈ کچنر نے جواب دیا کہ ”میں تو بار بار توجہ دلا چکا ہوں۔ لیکن صیغہ غار جہ کو  
 اس کی کوئی پروا نہیں + دو سال میں ایک عالمگیر جنگ چھرنے والی ہے۔ میں یا  
 تم اسے نہیں روک سکتے۔ جانا اپنا کام کرو“

جرمنوں سے لارنس کو نفرت تھی۔ اُس کی زندگی کے اس عہد میں ایسے  
 متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے، وہ ہمیشہ جرمنوں کو چھیڑتا  
 رہتا تھا۔ اور بعض مرتبہ تو آپس میں لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی، جرمن انجینروں کے  
 غیر دانشمندانہ طریق عمل نے خود اُن کے عرب اور گروہ مزدوروں کے اندر اضطراب  
 پیدا کر دیا تھا، کئی مرتبہ ہنگامہ و فساد تک نوبت جا پہنچی۔ لارنس ایسے مواقع پر ہمیشہ مزدور کا  
 ساتھ دیا کرتا تھا۔ اور اُس کی یہ مداخلت جہاں اُسے عربوں اور گروہوں میں ہر دو طرفہ قربانی  
 تھی۔ وہاں جرمنوں کے لئے اُس کا وجود مسلسل اور پیچیدہ پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا  
 کسی اجنبی قوم میں قبول و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اُس کے قومی خصائص

آداب معاشرت اور دیات کا مطالعہ ضروری ہے + لارنس نے یہاں ریکرڈوں  
 کی زندگی کے ہر پہلو کو فکر و غور کی روشنی میں دیکھا۔ اور اُس پر جہاں یہ راز کھل گیا  
 کہ عرب ایک سیدھی سادی قوم ہے جو ہر شخص پر اعتماد کر لیتی ہے۔ جسے اُن  
 کی روایات سے ہمدردی ہو۔ وہاں اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اُس کی اپنی

(حاشیہ صفحہ ۲۹) وہ عام طور پر لارڈ بیکنسفیلڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اور انگریزی زبان کے  
 بہترین افسانہ نگاروں میں سمجھا جاتا ہے۔ انگریزوں کی گردن ہمیشہ اُس کے احسان سے خم ہو گئی  
 کہ اُس کے تدبیر کی بدولت نرسوزیر برطانیہ حیض اقتدار میں آئی :-

فطرت میں بعض ایسی قوتیں پوشیدہ ہیں جنہیں اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔  
تو بہت بڑے کارنامے انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ عربوں میں جو اُس نے قبول عام  
حاصل کر لیا تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے:-

میں گزروڈیل | اس وقت جتنے انگریز کھدائی کے کام پر مامور تھے۔ ان میں صرف  
لارنس ہی ایسا تھا جو ابھی ازدواج کی زنجیروں میں اسیر نہیں ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ  
اُن دنوں مشہور سیاح عورت میں گزروڈیل جو صحرائے عرب میں عرصہ تک رہی ہے۔

اس گاؤں میں وارد ہوئی۔ اہل قریہ نے میں بل کے درود سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ  
وہ لارنس کی منسوب ہے۔ اور اُس سے شادی کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ  
سارے گاؤں میں خوشیاں منائی گئیں۔ میں بل کا قیام نہایت مختصر تھا۔ وہ جب  
شام کو رخصت ہونے لگی۔ تو گاؤں والوں نے یہ سمجھا۔ کہ میں بل نے لارنس کو پسند  
نہیں کیا۔ اور وہ اس کی رفیقہ حیات بننے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ اس گاؤں کی  
ساری عرب آبادی اس غرض سے جمع ہو گئی کہ اس "افرنجیہ" کو نہ جانے دیا جائے۔  
اگر لارنس بھلا نصف الجمل آہنیں روک نہ دیتا۔ اور میں بل کی رخصت کی کوئی اور تاویل  
نہ کر دی جاتی۔ تو وہ یقیناً اُسے گاؤں سے باہر قدم نہ رکھنے دیتے +

اس صحرا کی اس پُر سکون زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ جنگ کی آگ اپنی تمام  
شعلہ سامانیوں کے ساتھ بھڑک اُٹھی۔ اور لارنس نے محسوس کیا۔ کہ اب علمی تحقیق و  
تدقیق کے بجائے اُسے جنگ کے رعد و برق میں اپنے ذوق کی پذیرائی کا سامنا  
"ملاش کرنا چاہئے" ❖

# چھٹا باب

## لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

لارنس نے جب فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ تو طبی مجلس  
متمحذ کے اعضاء اور کان نے اُس کا قد و قامت اور ٹیل ڈول دیکھ کر جواب دیا۔  
”سیماں صا حترادے! تم ابھی آگ اور خون کی ہونی کھیلنے کے قابل نہیں۔ گھر  
چلے جاؤ اور دوسری جنگ کا انتظار کرو“

اُس نے تین مختلف مقامات پر فوج میں شامل ہونے کی کوشش کی۔  
اور ہر جگہ تقریباً انہیں الفاظ سے اُس کے والہانہ اشتیاق کی پیرائی کی گئی +  
اگر ان لوگوں سے اُس وقت کہا جاتا کہ آج سے چار سال بعد یہی لڑکا  
دشمن میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوگا۔ اور ساری کیمچی دنیا اُس کے  
کارناموں کے ذکر سے گونج اٹھیں گی۔ تو وہ یقیناً اسے مجذوب کی بڑے زیادہ  
اہمیت نہ دیتے +

لارنس فوج میں بھرتی تو نہ ہو سکا۔ لیکن تھوڑے دنوں میں ہی اُسے  
برطانیہ کے صیغہ مخفیہ میں لے لیا گیا۔ صحرائے عرب کے متعلق اُس کا علم وسیع تھا۔

عربوں کے سم و رواج اور فطری رجحان کا مطالعہ یا معائنہ نظر کر چکا تھا۔ اور اس بازار میں اسی متاع کی قدر تھی۔ اس کا وجود صیغہ خفیہ کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اور وہ علم جو اس نے عربوں اور ترکوں کی مہمان نوازی کی بدولت حاصل کیا تھا عربوں اور ترکوں کو تباہ کرنے کے کام آیا۔

پارسل اعمال | برطانیہ کے صیغہ خفیہ کے اندرونی حالات کس کو معلوم ہیں؟ ہماری اطلاعات کا ماخذ وہی کتابیں ہیں جن کے نقوش انگریزی مسننین کے قلم کے رہیں منت میں۔ لیکن ان کتابوں میں صیغہ خفیہ کے تمام کارنامے کہاں؟ بہتیرے واقعات ایسے ہیں جو دنیا کو نہیں بتائے گئے۔ اور شاید کبھی نہیں بتائے جائیں گے لیکن جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غنیمت ہے۔ کم از کم ہم لارنس کو ہر سوزین میں سفر کرتے تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اُور بات ہے کہ ہمیں اس کے مقاصد اور سفر کی تمام تفصیلات معلوم نہیں، چہرہ ہی شخص ہمیں مصر کے مغربی علاقہ میں جہاں شیخ سنوی اور ان کے تابعین آباد ہیں عربی لباس پہنے دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس کے عزائم ہماری نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ ان انگریزوں کا سراغ لگا نہ گیا تھا جنہیں عربوں نے گرفتار کر کے اسیر زنداں کر رکھا تھا۔ اس کے بعد اسے ہم یونان کے پانچنت ایتھنز میں دیکھتے ہیں۔ وہ وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ اس سوال کے جواب میں تمام مغربی تذکرہ نگاروں کا قلم خاموش ہے۔

زمانہ جنگ میں جن غذا عربوں نے ترکوں کے خلاف فلسطین۔ عراق اور شام میں سازشیں کیں۔ ترکی انواج کی نقل و حرکت کی اطلاع انگریزوں اور فرانسیسیوں کو دیتے رہے۔ ان میں بڑے بڑے صاحب بیتہ و عوامیہ شیوخ تھے۔ ان لوگوں کو

لارنس کے توسط سے ہدایات ملتی تھیں۔ اسی کی معرفت روپیہ دیا جاتا تھا غرض کہ لارنس اپنی استعلا و خاص کی بدولت تھوڑے دنوں میں ہی ان عرب جاسوسوں کا سردار بن گیا جو حجاز مقدس سے ایٹانے کو چمک تک پھیلے ہوئے تھے۔

انہیں دنوں لارنس کو مصر کی خفیہ سیاسی مجالس کا سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لارنس نے حصول مقصد کے لئے کیا طریقے اختیار کئے لیکن ہمیں اس قدر بتایا گیا ہے کہ اس مقصد میں بھی اسے کامیابی ہوئی۔ دنیا میں عداروں کی کمی نہیں، ہر مجلس، ہر ادارہ، ہر حکومت میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو چند روپوں کے عوض اپنی قوم و وطن کے بہترین مقاصد کو فروخت کر لے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ ان مجالس میں بھی ایسے لوگ تھے۔ لارنس ان سے ملا اور سناٹے مٹے ہو گیا۔ ضمیر کا نسخہ بچکا یا گیا۔ عذاری کی قیمت ادا کر دی گئی۔ اور لارنس کو ان مجالس کے تمام ارکان کے نام معلوم ہو گئے۔

یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ تو لارنس کو پیکر کی بارگاہ میں لارنس کا اعتبار بھی فزول ہوا اور اسے خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

میسو پوٹیمیا میں یہ وہ زمانہ ہے کہ جنرل لارنس خط العارہ میں محصور ہو چکا تھا۔ اور یہ ایٹانہ تھا کہ ترک خط العارہ پر قبضہ کر لیں گے۔ انگریزوں نے چاہا کہ خط العارہ کی ترکی فوج کے سالار جنرل لوری پاشا کو رشوت دے کر محصورین کو نجات دلائی جائے اس مقصد کے لئے ہونڈوں و مناسب شخص کی تلاش ہونے لگی تو نگاہ انتخاب لارنس پر پڑی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۶ء میں اسے میسو پوٹیمیا بھیج دیا گیا۔

لارنس دو اور نامزدوں کے ساتھ سفید جھنڈے سے آڑا تا نوری پاشا

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مصر میں وہ نہایت معمولی قیمت پر عربوں کے ضمیر خرید چکا تھا۔ اُسے اپنی ساحرانہ قوتوں پر پورا اعتماد تھا۔ لیکن اُس کے سارے ترغیبی حربے بیکار ثابت ہوئے۔ انگریز سمجھے تھے کہ جنرل ٹوری پاشا روپیہ لے کر قطع کے محاصرہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ ٹوری پاشا نے اس کا وہی جواب دیا۔ جو ایک بہادر ترک دے سکتا ہے یعنی لائسنس کی پیشکش بکمال حقارت مسترد کو ہی گئی +

میسو پوٹیمیا کی بطلانی فوج کا تعلق براہ راست حکومت ہند سے تھا۔ اور اگرچہ لارڈ کینز کو سپہ سالار اعظم ہونے کی حیثیت سے اس فوج پر اختیار حاصل تھا۔ لیکن بعض معاملات میں اُسے حکومت ہند کی خواہشات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ لارڈ کینز کی خواہش تھی کہ میسو پوٹیمیا کی خفیہ مجالس کے توسط سے اس ملک میں ترکوں کے خلاف بغاوت کو راہ دی جائے۔ تاکہ برطانیہ کو جنگ کے دیوتا کی قربانگاہ پر جانوں کی نذر نہ چڑھنا پڑے۔ اور اُسے یقین تھا۔ کہ اگر اس سرزمین کے تمام قبائل اٹھ کھڑے ہوں۔ تو جانی اور مالی نقصان کے بغیر انگریزوں کا علم اقتدار بے نفاذ ہو سکتا ہے۔ لیکن حکومت ہند کو اندیشہ تھا کہ اگر عربوں کی خفیہ مجالس سے استدعا کی گئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ ملک انگریزوں کی حالت و حفاظت کی نعمت سے محروم ہو جائے۔ یعنی وطن پرست عرب اس سرزمین میں آزاد و مطلق العنان سلطنت قائم کر لیں چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر ہندوستان سے ایک فوج بھیجی گئی۔ لیکن اس فوج نے متواتر شکستیں کھائیں اور بالآخر وہ قط العمارہ میں محصور ہو گئی +

لائسنس جنرل ٹوری پاشا سے ملاقات کر کے کوٹا۔ تو اُس نے چاہا کہ دریائے فرات کی وادی میں جو قبائل آباد ہیں، انہیں ترکوں کے خلاف براہیغیہ کیا جائے۔

تاکہ قلعہ گوارہ کے محاصرے کا تعلق ترک فوج سے منقطع ہو جائے۔ اور اسے  
 سامان حرب نہ پہنچ سکے۔ لیکن حکومت ہند کی حکمت عملی اس کے خلاف تھی۔  
 اس لئے لائسنس کو مجبوراً قاهرہ پلاٹ آنا پڑا۔ وہ قاهرہ پہنچا ہی تھا۔ اطلاع ملی  
 کہ قلعہ ترکوں نے قبضہ کر لیا +

یہ وہ زمانہ ہے۔ جبکہ شریف حسین ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر  
 چکا تھا۔ ترک ہر جگہ اتحادی فوجوں کو پے در پے شکستیں دے چکے تھے۔  
 درہ وانیال سے انگریزی فوجیں نہایت شاندار طریق پر لپا لپا ہو چکی تھیں۔ قلعہ گوارہ  
 کی انگریزی فوج بالکل بیکار کر دی جا چکی تھی۔ شریف حسین کو خطرہ تھا۔ کہ بغاوت  
 کامیاب نہیں ہوگی۔ اور اس کا وہی حشر ہوگا۔ جو غداروں کا ہو کر رہا ہے۔ اس نے  
 بار بار انگریزوں سے، دو کی التجا کی۔ لیکن مصر کی برطانی افواج میں اتنی سکت نہیں  
 تھی۔ کہ شریف حسین کو بھی مدد دے سکیں +

لائسنس عرب کی بغاوت میں حصہ لینے کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اسے  
 اجازت نہیں ملی۔ پیارونا چار اس نے درخواست کی۔ کہ مجھے دس دن کی  
 رخصت دی جائے۔ کیونکہ میں بحیرہ قلزم کے ساحل پر امن و سکون کی سہولتیں  
 بسر کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست منظور کر لی گئی۔ اتفاق یہ کہ سٹورس نام ایک افسر  
 جس کا تعلق صیغہ خارجہ سے تھا شریف حسین کے پاس کسی اہم غرض سے جا رہا  
 تھا۔ لائسنس اس کے ہمراہ چل پڑا +

لے لائسنس اور لائسنس کے تمام سوانح نگار بھی لکھتے ہیں کہ مجبوراً جگہ اسے بغاوت عرب میں حصہ لینے  
 کے لئے نہیں بھیجا۔ وہ آذر فودس دن کی رخصت لیکر سٹورس کے ہمراہ عربستان میں چلا آیا +

روانگی سے تھوڑی دیر قبل لارنس کو معلوم ہوا۔ کہ آسے جاسوسی کے حکم سے  
 ”صیفہ بناوت عرب“ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک خاص صیفہ تھا جس کی خان  
 اعظام لارنس کے پرانے دوستوں لائیڈ اور ہوگرتھ وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی + یہیں  
 سے لارنس کی ان سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے جن کی بدولت اُس نے غیر فانی شہرت  
 حاصل کر لی ہے +





# ساتواں باب

## لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

لارنس آکٹوبر ۱۹۱۶ء میں جدہ پہنچا۔ عبداللہ جو آج کل شرق اردن کا فرزند اسے۔  
جدہ کی محافظ فوج کا سالار تھا۔ اس نے لارنس کا استقبال کر کے اسے جدہ کے ایوان  
حکومت میں لا آتارا۔ طعام سے فراغت حاصل ہوئی تو شکوؤں کے دفتر کھل گئے۔ عبداللہ  
نے اتحادیوں کی بے اعتنائی اور اپنی بیجا ریگوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اس وقت حالت یہ  
تھی کہ طائف پر عربوں کا قبضہ ہو چکا تھا شریف حسین کہ معتمد میں تھا۔ فیصل مدینہ سے  
پسپا ہو کر داؤدی صفرہ میں پناہ گزین تھا۔ اور شریف کا بڑا بیٹا علی رائف میں ایک مختصر  
جمہیت کے ساتھ موجود تھا، لیکن بناوٹ کا پہلا ساز و نویس رہا تھا۔ قبائل بدول ہو  
رہے تھے۔ ترک آگے بڑھ کر رائف پر نشان فتح گاڑ دینا چاہتے تھے +

فیصل سلطانات | لارنس نے یہ داستان اپنی کتاب "ریوولوشن ان دی ڈزرسٹ ٹائمز" میں نہایت شرح  
و بسط سے لکھی ہے۔ اس وقت وہ ایک ایسے شخص کی جستجو میں تھا جو عرب کے تمام  
قبائل کو متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس نے عبداللہ کی خاصا اس سیرت کا مطالعہ  
یا معائنہ نظر کیا۔ لیکن اس سے شرق اردن کے موجودہ فرزند اس پر صاف اچیت نظر نہیں آئی۔ دوسرے

دن وہ تاریخ پہنچا۔ علی اور زید سے ملا وہ بھی اس استمداد سے محروم تھے۔ آخر اُس نے داؤبی منقرہ میں جا کر فیصل سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی۔ علی نے اُسے اجازت دے دی، لارنس ایک طویل سفر کے بعد داؤبی منقرہ میں پہنچا۔ اُس نے اولین نظر میں معلوم کر لیا کہ اُسے جس چیز کی جستجو تھی۔ مل گئی یعنی اُسے یقین ہو گیا۔ کہ فیصل بغاوت کو کامیاب بنانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لارنس نے یہ افسرانِ اعلیٰ میں بیان کیا ہے :-

”اندرونی مکرے کے اُس سرے پر ایک سیاہ دروازہ میں ایک شخص سفید لباس پہنے ہوئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اولین نظر میں محسوس کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی جستجو مجھے عربستان میں کھینچ لائی ہے۔ یعنی یہی وہ قائد ہے جو بغاوت عرب کو پوری طرح کامیاب بنا سکتا ہے“

فیصل کے ساتھ ایک عرب سپاہی مولود نام بھی تھا۔ وہ پہلے ترک فوج میں افسر تھا۔ میسوپوٹیمیا کے کسی محکمہ میں اسیر ہو کر برطانی سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ اور اُسے اس شرط پر آزادی عطا کی گئی کہ وہ عرب باغیوں کے ساتھ مل کر ترکوں سے لڑے چنانچہ وہ فیصل کی فوج میں شامل ہو گیا +

فیصل نے لارنس کو بغاوت کے تمام حالات بتائے۔ اور کہا کہ ترک ہماری چوکیوں پر متواتر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جنگ کا آغاز دشنام و طعن سے ہوتا ہے۔ گالیوں کے بعد گولیاں چلتی ہیں۔ اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔ ترک ہٹا کر کہتے ہیں: ”او انگریز!“ عرب عیسین کر بے حد برا فروختہ ہوتے ہیں۔ اور جواب میں ہٹا کرتے ہیں: ”او

جرمنوں!

لارنس کی تقریر ارات کو مختلف قبائل کے شیوخ کی ایک مجلس مشاورت منعقد کی گئی۔ لیکن یہ کسی کو نہیں بتایا گیا کہ یہ رہنمی جس کے خیالات سننے کے لئے انہیں دعوت دی گئی ہے۔ کوئی افرنچی اصل سچی ہے۔ بلکہ لارنس کا تعارف ان الفاظ میں کر دیا گیا کہ یہ ایک شامی نوجوان ہے۔ جسے عرب کی ”حرکت وطنیہ“ سے بہت دلچسپی ہے جب تمام لوگ جمع ہو چکے۔ تو لارنس اٹھا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ تقریر کا آغاز ان شامی باغیوں کے المناک ذکر سے ہوا۔ جنہیں غذاری کی پاداش میں سزائے موت دے دی گئی تھی۔ لارنس نے ان کا ذکر کر کے ایک کامیاب مثال کی طرح پھر قتل و اندوہ کا اظہار کیا۔ لیکن عربوں کی فطری شرافت کو بغاوت بھی نہیں دیکھی تھی۔ منع سے مدالبند ہوئی کہ ”اچھا ہوا ایسے غداروں کی یہی سزا تھی“ ان کا ارادہ تھا کہ اگر ترکوں کو شکست ہوئی۔ تو وہ افرنچی حکومت قبول کر لیں گے۔ لارنس نے ان کے خواستے کلام سے یہ معلوم کر لیا کہ انہیں یہ خطرہ ہے کہ انگریزوں کو نکالنے کے لئے۔ اس ملک پر تصرف نہ کر لیں۔ چنانچہ اس نے انہیں سمجھایا۔ کہ جیسے فرانسیدوں کو یمن کے ملک میں انگریزی عساکر جرمنوں سے بیکار آزا میں۔ انگریزوں سے اس قسم کا خطرہ نہیں۔ تو عربوں کو بھی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے۔

عربوں کی خود مختار ریاست کا تصور بہت دلچسپ تھا۔ لیکن عرب کبھی نہیں

سلطہ ایک اور موقع پر لارنس نے اسی دلیل سے ایک عرب کو قائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ فوراً ہٹا دیا تھا کہ ”کیا تو فرانس کو عرب کی مقدس سرزمین سے تشبیہ دیتا ہے؟“ دیکھئے ”لارنس

اور عربیہ“ مصنفہ ماہرٹ گریوز

بھول سکتا تھا۔ کہ ترک بااں ہر الحاد و زندقہ مسلمان ہیں۔ اُن کے خلاف تلوار اٹھانا، اور مسیحوں سے اتحاد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ جب مسیحی مسیحوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے تو مسلمانوں کو بھی اپنے وطنی مفاد کی خاطر مسلمانوں سے بیکار آزار ہونے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہئے +

غرض کہ لارنس نے اپنی خطیبانہ سحرکاری کی بدولت مجمع کو مسحور کر لیا عربوں کے اکثر شکوک رفع ہو گئے۔ اور یہ ”شامی فوجوان“ خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا +

فیصل کے ساتھ آٹھ ہزار سپاہی تھے جن میں بیشتر کرمستانی تھے۔ یہ اپنے شیوخ کے سوا اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ شریف حسین اور اُس کے فرزندوں کے تدبیر میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ انہوں نے بعض ایسے قبائل کو جن کے مابین صدیوں سے نزاع برپا تھا متحد کر دیا۔ تاہم یہ اندیشہ تھا کہ کہیں پھر وہ پُرانا جلد بے غما و بیدار نہ ہو جائے +

لارنس عرب کے حالات کا معائنہ کر کے قاہرہ پہنچا۔ وہاں عربوں کی اعانت کے مسئلہ پر پہلے ہی غور و خوض ہو رہا تھا۔ لارنس نے قاہرہ کی برطانی افواج کے سالار اعظم سے مل کر اُسے بغاوت عرب کے بعض حقائق سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ اگر عربوں میں برطانی فوج بھیجی گئی تو اُس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ عرب اس سرزمین میں کسی اجنبی سلطنت کے عساکر کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ اُن کے پاس کافی سامان حرب بھیج دیا جائے۔ دتینہ اور رالیج کے مابین جو کوہستانی علاقہ ہے۔ اُس پر وہ اپنا

تصرت قائم رکھ سکیں گے + ادھر قاتلہ میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ ایک فرانسیسی افسر کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جائے۔ لیکن جیب لائسن نے بتایا کہ عربوں کی مذہبی روایات کا پاس ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برا فروختہ ہو اپنی بند و قیول کا رخ انگریزوں کی جانب پھیر دیں۔ تو یہ ارادہ منسوخ کر کے فینسل کی افواج کے لئے ذخائر حرب بھیجنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ اور اس طرح لائسن نے اتحادیوں کو ایک خوفناک غلطی سے بچالیا +



# آٹھواں باب

## الوجہ کی تسخیر

آخر اید کا آفتاب بندرگاہ ینبوع کے افق پر طلوع ہوا یعنی اتحادیوں کا بھیجا ہوا سامانِ حرب پہنچا۔ کپتان گارلینڈ کو جو ایک نہایت تجربہ کار انگریز فوجی تھا۔ عربوں کی فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ گارلینڈ انہیں ڈائنامیٹ اور دوسری آتشگیر اشیاء کا استعمال سکھاتا تھا۔ فارس نے بھی گارلینڈ کے وسیع تجربہ سے استفادہ کیا +

ہجوم و دفاع کے دو خط قرار دیئے گئے۔ فیصل نے ینبوع اور رافح میں ترکوں کے ہجوم اور حملہ کو روکنا چاہا۔ جو ان پر قبضہ کر کے کہ منقطع کی جانب بڑھنا چاہتے تھے۔ اور الوجہ پر جو ینبوع سے دو سو میل کے فاصلہ پر بحیرہ قازم کی ایک بندرگاہ ہے۔ ہجوم کا ارادہ کیا گیا۔ اگرچہ انہیں کئی مرتبہ ترکوں سے شکست کھا کر بھاگنا پڑا۔ لیکن انگریزوں نے ہمارے سمندر سے ترکوں کی فوج پر آگ برساتے تھے۔ اور طیارے فضا سے گولے پھینکتے تھے۔ جب ترکوں نے ینبوع پر یورش کی۔ تو انہیں تین دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سامنے فیصل کی فوج تھی۔ جو جدید سامانِ حرب سے آراستہ تھی۔ بالائے سر برطانی طیارے پرواز کر رہے تھے۔ ایر و ہنی جانب سے برطانی ہماز گولہ باری

میں مصروف تھے۔ ناچار انہیں مہٹ جانا پڑا۔  
 قبائل کی جنگ۔ اس علاقہ کے تمام قبائل شریفین کی بادشاہت تسلیم کر چکے تھے۔  
 جبکہ قبائل حرب و غریہ سب کے سب ترکوں کے مخالف تھے۔ قبائل اگرچہ طریق  
 جنگ سے متاثر ہو گئے ہیں۔ لیکن ان کی شجاعت میں کسی کو کلام نہیں۔ شہنشاہ کے  
 ایک ہم کہ میں سبکدوش کارزار گرم تھا۔ ایک قبیلہ کے لوگ ایک ایک بیٹے اور غائب  
 ہو گئے۔ ان کی غیر متوقع پسپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیصل اور لانس کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی  
 ہونا پڑا۔ شاہ کہ اس قبیلہ کا سردار فیصل کے پاس آیا۔ اور تیب اس سے اس عجیب  
 غریب طریقہ عمل کا باعث پوچھا۔ تو اس نے نہایت لاپرواہی سے جواب دیا۔ ہم  
 پر اسے پیٹنے چلے گئے تھے۔

ان سب علاقہ اور طریق حرب سے متاثر قبائل کے علاوہ باقاعدہ فوج بھی تھی  
 جس کی قیادت عزیز المصیری اور مویا کر رہے تھے۔ یہ دونوں نہایت آزمودہ کار سپاہی  
 تھے۔ اور دونوں ترکوں کی فوج میں رہ چکے تھے۔

لیکن یہ نہ سمجھتے کہ حملہ و دفاع کے اس عمل میں لانس محض تلوار کے جوہر  
 دکھاتا رہا۔ بلکہ اس نے ہر موقع پر اپنے خطیبانہ کلمات سے کام لینے کی کوشش  
 کی۔ اس نے فوجی و رومی ترک کہہ کر عربی لہجہ اس اختیار کر لیا تھا۔ زبان بہت  
 سے رازناش کر دیا کرتی ہے۔ لیکن وہ عربی نہایت روانی سے بول سکتا ہے۔ یہ سب  
 سب کہ اس کی زبان میں عربی فصاحت منفقہ ہے۔ لیکن شام کے دیباستہ میں تقریباً  
 سب لانس کی زبانوں کے متعلق متاثر ہیں۔ بیانات میں لاول لکھتا ہے۔ کہ وہ نہایت صحیح عربی  
 بول سکتا ہے۔ رابرٹ گریو نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ لانس نے خود اپنے الفاظ کو

اسی قسم کی زبان بولی جاتی ہے۔ لارنس کا سوانح نگار ٹامس لادل اُس کی شخصیت سرگرمیوں کے متعلق لکھتا ہے :-

دو لارنس نے صرف دو رفقاء کے ساتھ صحرائے عرب کا سفر اختیار کیا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے نیا نگاہ پر ٹھہر جاتا تھا اور شینوخ کو طلب کر کے ہدایت صحیح اور سبب عیب سترنی زبان میں اپنے مقاصد بیان کرتا تھا۔ لارنس مسیحی تھا اور اس ارض پاک میں اُس کا سفر ہدایت کا حکم رکھتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت کہ وہ شریعت حسین کے عزیز ترین فرزند سیدی فیصل کا فرستادہ تھا۔ اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ راستہ کو نماز کے بعد وہ سیاہ خیموں کے سلسلے بٹے جاتا تھا اور اپنے میزبانوں سے عرب کی گذشتہ عظمت اور موجودہ غلامی اور زحمت کا ذکر اس طرح کرتا تھا کہ قیدی کے ہر فرد کی رگوں میں خون جوش مارنے لگتا تھا۔ بکری کے کباب سانسے اُتے۔ چائے کا دودھ چلتا تھا۔ اور لارنس ہدایت و الشہندی سے ترکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینے کے امکان پر بحث کرتا تھا۔ اُس نے انہیں یقین دلایا کہ اب اس امر میں پس و پیش کرنا مشیت ایزدی سے مقابلہ کرنے کا مراد ہے۔ کیونکہ اُن کا عظیم دشمن فرانسیسی اطالوی اور روسی سپاہیوں سے جنگیں لڑ رہے ہیں۔ اُنچھا ہوا ہے۔ اور عربوں کے عزائم کی مزاحمت نہیں کر سکتا +

(تھیہ حاشیہ) ایک مکتوب میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ جانتا ہوں لیکن عربی زبان بہت وسیع ہے۔ اہل جاذبی سی قصائد کہی و سحر و اُصیبت لکھی



اگر لادوں کے اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عرب قبائل کے اتحاد میں لارنس کی سعی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس بیان کو ایمان نظر دیکھتے لارنس نے بھی وہی حربہ استعمال کیا۔ جو اس سے پہلے بغاوت کے دوسرے نقیب استعمال کر چکے تھے۔ یعنی عربوں کی عظمت و سطوت پارینہ کا ذکر کر کے انہیں ترکوں کے دائرہ انقیاد سے نکلنے کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت کامیاب ثابت ہوئی اور عرب قبائل گروہ درگروہ فیصل کے پاس پہنچنے لگے +

حلیہ آوجہ کے مغرب کی جانب سمندر ہے۔ مشرق کی سمت میدان اور جنوب کی طرف ایک خشک وادی مشہورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ خشکی اور تری دونوں جانب سے حملہ کیا جائے۔ چنانچہ کپتان باآئل۔ قبیلہ عرب اور قبیلہ جہینہ کے تقریباً ایکڑ آدمیوں کو سمندر کی راہ سے بھیجا گیا اور باقی فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی خشکی کے راستہ سے برسی۔ آوجہ کے ترک گورنر نے جب یہ سنا تو اس نے تمام پابلیاں کو جن کی تعداد دوسو سے متجاوز نہیں تھی۔ طلب کر کے ایک نہایت پر جوش تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ترکوں کو نہایت ثابت قدمی سے مدافعت کرنا چاہئے اور خود اپنے چند رفقاء کے ساتھ رات کو ہی شہر سے نکل گیا۔ لیکن اس واقعہ سے ترکوں کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہیں آیا اور انہوں نے اس شجاعت سے مدافعت کی کہ حملہ آور دنگ رہ گئے +

آوجہ کا معرکہ عرب کی تاریخ بغاوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے علی الخصوص مٹھی بھر ترکوں نے جس دلیری اور پامردی سے دشمن کا مقابلہ کیا اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی شجاع قوم نے اپنے دشمن کی شجاعت

کا اعتراف کیا ہو لیکن اس معرکہ کے تذکرہ میں انگریز مورخوں کے قلم سے بھی ایک آدھ تعریفی جملہ ٹپک پڑا ہے۔ - حملہ کی تیاریاں جس دوشور سے کی گئیں، اُن سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب ساری کائنات کو فتح کرنے بھیکلے ہیں۔ سمندر سے برطانی جنگی جہاز جن کی کمان خود امیر البحر و اسلن دیس کر، ہاتھا۔ گولے برسار رہے تھے۔ اور نہ تو ہزار شجاع عرب جو جدید ترین سامان حرب سے آراستہ تھے خشکی سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ اور یہ سارا اہتمام کس لئے کیا گیا تھا، فقط دو سو ترک مجاہدین کے لئے! جب گولوں نے قلعہ کے استحکامات کو تباہ کر دیا تو قبائل جیعندہ اور حرب کے افراد ساحل پر اترے۔ اور نہر فیصل نے یروش کی۔ ترک نہایت پامردی سے لڑے۔ اور سب کے سب کٹ کر مر گئے۔ قتل و ہلاکت کا طوفان تھا اور تلوار نے دم لیا۔ تو غارت گری کی نوبت آئی۔ اور چند ساعتوں میں سارا شہر لوٹ لیا گیا، یہ واقعہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کا ہے +



لے ایک عرب نے اتوجہ پر قبائل کے ہجوم کا منظر دیکھا کہ انہما ساری دنیا اتوجہ کی جانب پیش قدمی کر رہی تھی

# نواں باب

## بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

الوجہ کی تسخیر بغاوت عرب کی تاریخ میں اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ مگر اس کے بعد تمام ساحلی مقامات ترکوں کے قبضہ سے نکل گئے۔ اس پر اندیشہ نہیں رہا تھا۔ کہ وہ سمندر کی جانب سے حملہ کر سکیں گے۔ فیصل کی اس کامیابی نے اتحادیوں پر حیرت انگیز اثر کیا۔ یا تو وہ عرب کی بغاوت سے قطعاً بالکل پس ہو چکے تھے۔ یا اب یہ اندیشہ دامنگیر ہو گیا کہ عربوں کی متحدی کا یہاں اب کہیں بڑھتا ہوا دشمن کی دیواروں تک نہ جا پہنچے۔ اور وہ ایک مشترکہ عرب سلطنت کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

مغرب میں عمود و عواثیق اس لئے نہیں کئے جاتے کہ انہیں پورا بھی کیا جائے۔ شریف حسین سے جو عہد کئے گئے تھے۔ وہ اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کئے گئے تھے کہ بغاوت عرب کامیاب نہیں ہوگی۔ اور ان عمود کے ایٹمی نوٹ نہیں آئے گی۔ شریف حسین سے بیان و قایمانہ نے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک فوج کا ایک بڑا حصہ عرب کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف رہے۔ البتہ

وہ اتنا ضرور چاہتے تھے کہ بناوٹ کا سلسلہ دیر تک جاری رہے۔ تاکہ ترکوں کو فلسطین اور عراق میں اتحادیوں کے مقابلہ پر اپنی تمام عسکری قوت جمع کرنے کا موقع نہ ملے، افسوس مغربی ملکیت کے دامن میں سب کچھ ہے۔ خلوص کی متاع نہیں!

غرض کہ جنگ کا نقشہ بدلتے ہی اتحادیوں کے طریق عمل میں بھی فرق آگیا۔ فرانس جو شام پر قبضہ رکھنا چاہتا تھا۔ عربوں کی پیش قدمی کو حیرت اور خوف کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اب فرانس اور انگلستان دونوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ عربوں کا اعتماد حاصل کرنے میں اپنے حریف پر گوتے سبقت لے جائے لارنس جب قاہرہ پہنچا تو فرانسیسی کرنل نے جو فرانس کے عسکر متینہ مصر کا سالار تھا۔ اسے طلب کر کے کہا کہ میں عقبہ پر قبضہ کر لینا چاہتا ہوں۔ عقبہ بحیرہ قلزم کے انتہائی سرے پر ایک بندرگاہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عقبہ پر قبضہ کر کے معائنہ پر بھی تسلط کر لیا جائے۔ جو عقبہ سے آستی میں کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لارنس نے جواب دیا کہ عقبہ کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس پر سمندر سے

کا سیلاب حملہ نہیں کیا جاسکتا۔ بہتر یہی ہے کہ عرب خفگی سے اس پر حملہ کریں۔ انہیں یقیناً کامیابی ہوگی۔ فرانسیسی کرنل یہ جواب سن کر مایوس نہیں ہوا بلکہ اوتھ میں جا کر فیصل سے ملا شاید فیصل سے وہ عقبہ پر حملہ کی اجازت لے لیتا۔ لیکن اس کی ایک غلطی کی بدولت فیصل ناراض ہو گیا۔ اور یہ گفتگو نام کام ثابت ہوئی۔ انہوں نے یہ یہ تصریحات ہماری نہیں۔ بلکہ رابرٹ گروز نے اپنی کتاب لارنس اور عرب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ اتحادی عربوں کے اعتماد پر بیٹھے تھے۔ اور بغداد، عرب کو باؤنڈ اٹل سمجھتے تھے۔

گفتگو میں فیصل نے اس سے چند کوہستانی توہیں طلب کیں۔ کرنل نے جواب دیا۔ کہ عرب میں کوہستانی توہیں بیکار ہیں۔ عربوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہاڑیوں پر بکریوں کی طرح چڑھ جائیں + چونکہ عربوں کے نزدیک کسی کو بکری کہہ دینا بہت میسب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے فیصل کو غصہ آگیا۔ اور کرنل حریف دعا زبان پر لائے بغیر واپس چلا آیا +

اُدھر قاہرہ کے برطانی عساکر کلاسار اعظم عربوں کو اپنی نیمیت قلب کا تقبیل دلانے کے لئے فوج کا ایک دستہ بھیجا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب انگریزوں کو بھی یہ اندیشہ ہو چلا تھا کہ کہیں شریف حسین ان کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو جائے + لائنس نے اُسے یقین دلایا۔ کہ عربیے انگلستان پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ ان کی انتانت کے لئے فوج بھیجنے پر غور فرمادی ہے۔ چنانچہ سوئزر سے صرف دو مسلح گاڑیاں بھیج دی گئیں۔ اور سادہ لوح عرب انہیں غیر متوجہ رفت سمجھ کر خوش ہو گئے +

بعض عرب قبائل ابھی تک بغاوت میں شریک نہیں ہوئے تھے شریف حسین کی کامیابیوں نے اُن کا عقیدہ بھی متزلزل کر دیا۔ امیر توری جو سرحد عراق کے قبائل کا فرمانروا تھا۔ بغاوت میں علائہ شریک ہو گیا۔ عوہد ابن ابوطاٹی جس کی شجاعت کے افسانے مورخین نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور جسے شہابی عرب کا سب سے بڑا شہسوار سمجھا جاتا تھا + قبیلہ ابوطاٹی کی مختصر جمیت نے کہ فیصل کے ساتھ آلا + ہر عرب شیخ کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر فیصل کے پاس آتا تھا۔ فریونہ چین نے ایک موقع پر کیرہ قازم میں برطانی جنگی جہاز دیکھ کر کہا تھا۔ "اے برطانویہ تو بھر بیکاروں سے آویں ایک مختصر چھٹی ہوں" ملاحظہ ہو لائنس کے ساتھ عرب میں "مستندہ لائنس"

تھا۔ قبیلہ حویطات کا شیخ جب فیصل سے ملنے چلا۔ تو خالی ہاتھ تھا۔ اُس نے  
 ترکوں کی دو چوکیاں جو بحیرہ قازم کے ساحل پر واقع تھیں۔ بوٹ لیں۔ اور بہت سا  
 مال غنیمت لے کر فیصل کے پاس پہنچا۔

جعفر پاشا | عربوں کی فوج میں ابھی تک کوئی آزمودہ کار جو تیل نہیں تھا۔ جو جدید فن  
 حرب سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ یہ کسی جعفر پاشا نے پوری کردی جعفر ایک عراقی اہل  
 عرب تھا۔ اور عرصہ دراز تک ترکی عساکر میں رہ چکا تھا۔ غازی الہ پاشا نے اس  
 کو مجاہدین مندوسی کی تنظیم پر مامور کیا تھا۔ جعفر نے نہایت قابلیت سے یہ خدمت  
 انجام دی۔ مصر کے ایک محرم کے میں وہ اسیر ہو کر انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اور قاپوٹی  
 قید کر دیا گیا۔ وہ ایک مرتبہ قید سے بھاگ نکلا۔ لیکن پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اسے معلوم  
 تھا۔ کہ بازار استامبول میں غلامی کا رنگہ چلتا ہے۔ اور آزادی کی متاع اسی سے  
 خریدی جاسکتی ہے۔ اس لئے اُس نے بغاوت عرب میں شرکت کی خواہش ظاہر  
 کی۔ اور اسے آزاد کر کے فیصل کے پاس بھیج دیا گیا۔ جس نے باقاعدہ فوج کی قیاد  
 اُس کے سپرد کر دی۔

الوجہ کی تفسیر سے باغیوں کو ایک بڑا فائدہ پہنچا کہ مکہ منکر کی جانب ترکوں  
 کی پیش قدمی رک گئی۔ انہیں خیال تھا کہ عربوں نے اپنی تمام عسکری قوت راہ  
 میں مجتمع کر رکھی ہے۔ اور وہ اپنی کوششیں محض دفاع تک محدود رکھنا چاہتے ہیں  
 لیکن انہیں یہ ملامت کر کے بے حد تعجب ہوا۔ کہ انہوں نے دفاعی سرگرمیوں کو جو کم  
 اور جارحانہ اقدام سے بدل دیا ہے۔ البتہ یہ قیہ نہ کرنے کے لئے عربوں نے قیہ نہ

لے جعفر پاشا کے بعد اُس میں ایک عزیز نووری پاشا جی باغیوں کے ساتھ اعلان فضا

قرب ہو جاویں ترکوں کی چوکیوں پر پہلے در پہلے حملے کرنا شروع کر دیئے۔ عبداللہ ایک چھٹی سی جمیعت کے ساتھ حوالی مدینہ میں تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ترک یکے کے پسپا ہو گئے اور اپنی منتشر اور پرالگ قوت کو مدینہ میں سمیٹ لیا +

لارنس جانتا تھا کہ اس جنگ میں زبان ملکوار سے کہیں زیادہ کارگر ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ وہ براہِ عربوں کی فہمندی کے افسانے مشہور کرنا رہا۔ ترکوں کو ہر روز اطلاعیں موصول ہوتیں تھیں کہ آج عربوں نے فلاں مقام پر قبضہ کر لیا۔ او آج فلاں چوکی کوٹ لی گئی۔ حالانکہ ان میں اکثر خبریں بالکل غلط اور بے سرو پا ہوا کرتی تھیں + ترکوں کو صرف شمال کی جانب سے کمک پہنچ سکتی تھی۔ لارنس نے یہ راہ بھی مسدود کر دینا چاہی۔ اور اپنی کوششیں جوازِ بلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کر دیں۔ اس کے پاس ڈانٹا میٹ کافی مقدار میں موجود تھا جس کی مدد سے ریلوے کا اکثر حصہ تباہ و برباد کر دیا۔ ایک موقع پر جبکہ گاڑی مدینہ کے ترک مجاہدین کے اہلِ خیال کو لے کر گزر رہی تھی ایک ٹرنگ بھی جس اتفاق سے گاڑی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اور وہ صبح و سالم عورتوں اور بچوں کو لے کر گزر گئی +

انہیں دونوں اطلاع ملی کہ غازی اور پاشا نے مدینہ کی فوج کو حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ خالی کر کے شمال کی جانب پسپا ہو جائیں۔ اور مقامِ جوک پر پہنچ کر اس فوج کے مینیمم جاہیں جو برطانوی عساکر سے ہمدرد آ رہے۔ یہ خبر ایسی نہ تھی کہ برہانہ کے عسکری حلقوں میں اضطراب برپا نہ کر دیتی۔ مدینہ کی ترک فوج اتنا طویلہ کے شجاع ترکوں پر مشتمل تھی۔ برطانوی افسر جانتے تھے کہ اگر یہ عسکری قوت ہمارے مقابلہ میں صحت آرا کر دی گئی۔ تو شام و فلسطین میں ہماری فہمندی ہر کمیت و شکست سے بدل جائے گی۔ اور

ہمارے لئے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہیگا۔ اس لئے لائنز کو ہدایت کی گئی کہ جس طرح ہو سکے عرب کے ترکی عساکر کو جنگ و پیکار میں الجھائے رکھے اور انہیں اتنی تہمت نہ دے کہ وہ انگریزوں سے پیکار آزماؤں کا قصد کر سکیں +

لائسن کی تجویز | عبداللہ مدینہ کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی جمعیت کیساتھ موجود تھا۔ لائنز اس کے پاس پہنچا۔ تاکہ مدینہ پر حملہ و یورش کے مسئلہ پر غور و فرض کر لیا جائے۔ عبداللہ کے پاس پہنچ کر وہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اور کئی دن بیمار پڑا۔ بخار کی حالت میں اس نے مدینہ پر حملہ کے مسئلہ پر غور کیا۔ یکایک اسے خیال گذرا کہ مدینہ پر یورش کا ارادہ ایک خطرناک غلطی ہے۔ اتحادیوں کے مقاصد کی تکمیل تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ ترکوں کی فوج کا بیشتر حصہ عرب کی بغاوت میں الجھا رہے۔ لیکن اگر مدینہ کے استحکامات پر قبضہ کر لیا گیا تو ترک عساکر کا ایک حصہ جو حجاز ریلوے کی حفاظت کر رہا ہے پسپا ہو کر فلسطین کے ترک مجاہدین سے جا ملے گا۔ مزید براں ترک قیدیوں کو خوراک دینا پڑے گی۔ اور عرب میں جہاں سانا خور و نوش کی قلت کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی دشواری ہے۔ بے حد قوت بن آئے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب مدینہ کے استحکامات پر حملہ کر کے اپنی قوت ضائع کرنے کی بجائے مدینہ کی محافظ فوج کا پونہ فلسطین کے ترک عساکر سے منقطع کر دیں۔ ایسا ہو جائے تو عربوں کی قوت سے فلسطین میں کام لیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ لائنز نے صحت پاتے ہی عبداللہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی طاقت مدینہ پر زاخت میں صرف کرنے کے بجائے اپنی ساری قوتیں حجاز ریلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کرے تاکہ مدینہ کی محافظ فوج کو شمال کی جانب سے کوئی کمک نہ پہنچ سکے +



فیصل اور اس کے دوسرے مشیروں سے بھی لائسنس لے کر کھاجاز میں اپنی  
عسکری قوت فطایح کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ شمال کی جانب بڑھ کر عقبرہ قریب  
کر لیا جائے لیکن مدینہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس تجویز  
پر عمل نہ کر سکے +

ابھی اس مسئلہ پر غور و فکر ہو رہا تھا کہ لائسنس کی ملاقات قبیلہ حویطات کے  
مشہور شہسوار عودہ ابن ابوطائی سے ہوئی۔ عودہ کی شجاعت بے باکی اور سادگی نے  
لائسنس کو بہت گرویدہ کر لیا۔ اور ان دونوں میں رابطہ دوستی مستحکم ہو گیا +

عودہ ابن ابوطائی کے متعلق لائسنس کے سوانح نگاروں نے عجیب و غریب واقعات لکھے  
ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عودہ نے اٹھائیس مرتبہ شادی کی۔ تیرہ مرتبہ زخمی ہوا۔ اس نے جنگ  
میں پچھتر عربوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لوگ بھی  
تھے۔ عودہ نہایت فیاض، شجاع اور بذلہ سخاوت تھا۔ وہ بھی آئیں فریب خود لوگوں  
میں تھا۔ جو اتحاد عرب کے نام پر ترکوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اس کی بیباکی کے  
متعلق ایک واقعہ رابرٹ گریو نے اپنی کتاب "لائسنس اور عرب" میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا  
ہے کہ ایک موقع پر جبکہ فلسطین کے ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیمول سے عرب شیوخ کا تعارف  
کرایا گیا سر ہربرٹ نے ترکوں کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے عودہ کی جانب رخ کر کے کہا کہ اگر  
آپ خوش ہوں گے۔ کہ مشرق میں امن قائم ہو گیا ہے۔ عودہ نے جواب دیا "امن! جب  
تک فرانسیسی شام میں ہیں۔ انگریز عراق میں اور یہودی فلسطین میں کہیں نظر نہیں ہے" سر  
ہربرٹ نے یہ کھری کھری باغی سنیں اور مسکرا کر خاموش ہو رہا +

# دسوال باب

## صحرائے عرب کا سفر

فیصل اور اُس کے مشیر مدینہ کے محاصرہ پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر رہے تھے۔ اور لارنس عقبہ کی تسبیح کے مسئلہ پر غور میں مصروف تھا۔ ابتدا میں تخیل متضاد سا تھا۔ لیکن طویل غور و فکر نے اُسے روشن کر دیا۔ اور لارنس کے ذہن میں حملہ کی تمام جزئیات دفعا حسیل ایک ایک کر کے آگئیں۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ فیصل کو الوجہ میں چھوڑ کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ عقبہ پر حملہ کرے۔ اور عربوں کے لئے شام و فلسطین میں فتوحات کا دروازہ کھول دے +

فیصل نے لارنس کو اس مقصد کے لئے بائیس ہزار پونڈ دیئے۔ اُس نے یہ رقم اپنے رفقاء میں تقسیم کر دی۔ اور یہ مختصر سا قافلہ جس میں لارنس کے علاوہ قبیلہ حویطات کا مشہور شہسوار عودہ ابن الوطائی۔ شریف حسین کا ایک عزیز ناصر اور دو عرب شاہی نصیب اور فو کی شامل تھے۔ شمال کی جانب روانہ ہو گیا +

الوجہ اور عقبہ میں وسیع ریگ زار حائل ہے جس میں بہت کم نخلستان پائے جاتے ہیں۔ لارنس نے اس سفر کی کیفیت نہایت چرطعت انداز میں

لکھی ہے۔ راستہ کی مصوحتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آنکھوں تلے صحرائے  
 عرب کی بے پایاں وسعت۔ ریت کے تودوں۔ اور بے آب دگیاہ میداؤں  
 کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ غرض کہ وہ کلیفیں اٹھاتے سولہویں دن عرفجہ نام ایک  
 مقام پر پہنچے۔ جہاں سے سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ جوت  
 میں اُن کی ملاقات امیر نرسی سے ہوئی جو اس علاقہ کا فرمانروا تھا۔ یہ شخص بناوٹ  
 عرب کی حمایت و تائید کا عہد کر چکا تھا۔ لارنس نے اُسے چھ ہزار پونڈ دے کر  
 اس عہد پر سمرقند و شین کرالی۔ اور اسی علاقہ کے ایک چھوٹے سے قریہ میں جہا  
 سے عقبہ ایک سو اسی میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب تھا۔ پڑاؤ ڈال دیا  
 گیا۔ اور ارد گرد کے قبائل کو جمع کر کے ایک بے قاعدہ فوج مرتب کرنے کی  
 کوششیں ہونے لگیں۔ یہاں لارنس کے رفقاء کے ارادے کی قید و سیر زل  
 ہو گئے۔ اور اس امر پر غور ہونے لگا۔ کہ عقبہ کے بجائے دمشق پر حملہ کیا جائے  
 لیکن لارنس کے دلائل نے انہیں قائل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ نصیب  
 اور زکی کو قبل دروز میں بھیج دیا جائے۔ تاکہ وہ فرزند ابن دتور کو ترکوں کے خلاف  
 براہِ ننگینہ کریں۔ اور دمشق پر حملہ کا وقت آئے تو یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے  
 ہو جائے +

خضیہ مسعودہ | ادھر تو شریف حسین سے وعدہ کیا جا چکا تھا۔ کہ عربوں کو آزادی عطا

ملے مصر کے ابی کشر سرسبز ہری کمز ہیں نے شریف حسین سے جو وعدے کئے تھے اُن میں ایک  
 یہ بھی تھا کہ تمام کے اُن اضلاع میں جن کے باشندے فاضل عربی النسل ہیں۔ فرانسیسی اقتدار  
 کی مخالفت کی جائے گی، سرسبز ہری نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو شریف کے نام جو (دیکھئے صفحہ ۵۷)

کی جائے گی۔ اور صرف حجاز میں ہی نہیں۔ بلکہ شام اور عراق میں بھی انہیں کا علم استقلال بلند ہوگا۔ اور اُدھر روس۔ برطانیہ اور فرانس میں ایک خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ جس کا مقاد یہ تھا کہ ترکوں کے ایشیائی مقبوضات کے حصے بخرے کر لئے جائیں گے۔ اور شام فلسطین اور عراق پر ہلالی پرچم کے بجائے صلیبی نشان لہراتا نظر آئے گا۔ عرب مال کا رسے بے خبر برطانیہ کے مواعید پر اعتماد کے بیٹھے تھے کہ یکایک روس میں انقلاب کا طوفان اپنی پوری قوت سے پھٹ پڑا اور زار کے ایوان غفلت کو ایک ہی ریلے میں بھالے گیا۔ بالٹویکوں نے جن کے معاہدہ مستعمرین فرنگ کے عزائم سے بالکل جدا تھا۔ غنائ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہ خفیہ معاہدہ شائع کر دیا۔ ترکوں نے اتحادیوں کی عیاریوں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے اس کا عربی ترجمہ چھپوا کر بکثرت تقسیم کیا۔ اور عربوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا کہ اتحادی شام۔ عراق اور فلسطین کو اپنے احاطہ اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس وقت بھی عرب ہوشمند ہی سے کام لیتے۔ اور اتحادیوں کا آلہ کار بننے سے انکار کر دیتے۔ تو یقیناً جنگ کا نقشہ بدل جاتا۔ لیکن بد قسمتی سے عربوں کو برطانیہ پر غیر معمولی اعتماد تھا۔ جسے یہ انکشاف بھی متزلزل نہ کر سکا۔ چنانچہ امیر نوری کے پاس جب اس معاہدہ کی ایک نقل پہنچی تو وہ سیدھا لارنس کے پاس گیا۔ اور اسے یہ عہد نامہ دکھا کر اتحادیوں کی اس عجیب حرکت کا باعث پوچھا۔ لارنس نے اسے یہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اتحادیوں نے ابھی حاشیہ مکتوب لکھا تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ حکومت برطانیہ عربوں کے جذبہ آزادی و استقلال سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اور اس سلسلے میں انہیں ہر قسم کی مدد دینے پر آمادہ ہے +

عربوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے۔ اس نے پہلے تمام معاہدات پر خط فسخ کھینچ دیا ہے۔ آپ بے فکر رہئے۔ تمام وادیوں کے حرف بحرف پورے کئے جائیں گے۔  
 لارنس کے ان الفاظ نے امیرنوری کے شبہات دور کر دیئے۔ اور اس نے یقین کر لیا کہ اتحادی عربوں کی ایک مطلق الفغان متحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ خواب کبھی شرمندہ قبح نہیں ہوا۔ اور جب جنگ کا طوفان تھا۔ تو یہ عسود و مویشی نہایت بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

لارنس زمانہ لباس میں | لارنس ۳ جون ۱۹۱۷ء کو اپنے چند رفقاء کی معیت میں شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اور تقریباً دو ہفتہ تک غائب رہا۔ عربوں نے بغاوت عرب کے تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن اس مقام پر اس کا قلم یکایک خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس عرصہ میں کہاں رہا؟ کیا کرتا رہا؟ اور اس نے اپنے سوانح حیات میں ان واقعات کو کیوں قلم انداز کر دیا؟ البتہ اس کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ اس نے یہ زمانہ دمشق اور بعلبک میں بسر کیا۔ لارنس کا مسکتا ہے کہ اس پر اسرار سفر میں لارنس کے ساتھ قبیلہ حترہ کے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں تھا۔ لارنس زمانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کا چہرہ ایک دبیز نقاب سے پوشیدہ تھا۔ شجاع ترک جس لطیف کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جذبہ احترام انہیں مجبور کرتا تھا کہ لارنس اور اس کے رفیق سے کوئی تعرض نہ کریں۔ یہ دونوں زمانہ لباس کی بدولت ترکی عساکر سے صحیح و سالم گذر گئے۔ اس سفر کے مقاصد پر بھی تاریک پردہ پڑا ہے۔ لیکن لارنس کا بیان ہے کہ لارنس نے یہ خطرناک سفر وادی فرات کے

قبائل کو ترکوں کے خلاف براؤنغٹھ کرنے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اس مقصد میں اُسے کامیابی ہوئی اور بعض وہ قبائل جو ابھی تک بغاوت میں شرکت سے انکار کر رہے تھے۔ شریف حسین کے حامی ہو گئے +

لیکن اس سفر کا عجب ترین واقعہ یہ ہے کہ بلبلیک کے قریب پہنچ کر لارنس نے اپنے رفیق سفر کو شہر کے باہر چھوڑا۔ اور خود فوجی وردی میں شہر کے اندر داخل ہو گیا ترکوں نے اُسے جرمین افسر سمجھا اور کسی نے مزاحمت نہیں کی + بلبلیک کی سیر کر کے اُس نے پھر زمانہ لباس اختیار کر لیا۔ اور قریب و جوار کے خیدو خ سے ملاقات کر کے اُن سے بغاوت میں شریک ہونے کا عندلیا +

یہاں سے لارنس نے دمشق کا رخ کیا۔ دمشق کا گورنر علی رضا پاشا درپردہ بغاوت کا حامی تھا۔ اُس نے لارنس کی خاطر مارات میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ یہاں سے آگے بڑھا تو اُسے ایک اور عجیب واقعہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ ایک چھوٹے سے قصبے سے گزر رہا تھا کہ یکایک چب ترک سپاہیوں نے اُسے مفرد سپاہی سمجھ کر روک لیا۔ فوجی صدر مقام پر لے گئے۔ جہاں افسروں نے سزا سنائی نہ کا حکم دیا۔ اور اُس کی بیٹھ مایا نایوں سے ٹنگا کر دی گئی۔ لارنس پر شدت اذیت سے بہیشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ بھاگ نکلا۔ اور معائن سے ہوتا ہوا وعودہ ازورنا سے آگیا۔ یہ ہے لارنس کے پسر سفر کی وہ داستان جس کی صحیح تفصیل پر شاید ہمیشہ زمانہ کا پردہ پڑا رہے گا۔

لے "دو لارنس ان اور بیبا" لارنس کے ساتھ عرب میں صفحہ ۱۹۹ +

لے لادل لارنس نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ لارنس معائن کے قریب زمانہ لباس میں گزر رہا تھا۔ چند فوجی ان تک سپاہیوں نے اُسے عورت سمجھ کر پھیر دیا یا مارا اور یہ مشکل تمام اُن سے بچ کر بھاگا +

# گیارہواں باب

## سقوط عقبہ

یوں تو بغادت عرب کے ہر مرحلہ پر لارنس کی ذہانت نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن عقبہ کے معرکہ میں اُس نے جس حیرت انگیز تدبیر اور دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ اُس کی نظیر بڑے بڑے جرنیلوں کے کارناموں میں نہیں ملتی۔ اور یہ تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ لارنس کی شخصیت میں عصر حاضر کی ایک غیر معمولی ذہانت نمودار ہو گئی ہے +

دمشق کے گردہ نواح میں نصیب اور ذکی قبائل کو بغادت میں شرکت کی دعوے رہے تھے۔ اور ترک یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ عرب دمشق پر هجوم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر لارنس دمشق اور بلعابک میں پہنچا۔ تو ترکوں کا یہ خیال لاسخ ہو گیا۔ اور انہوں نے عقبہ کے استحکام کی جانب توجہ کرنے کے بجائے اپنی تمام عسکری قوت دمشق میں جمع کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقبہ میں ترکوں کی ایک مختصر سی جمیعت رہ گئی۔ جسے شکست دینا چاہا دشوار نہ تھا +

لارنس کے پاس کافی فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابوالسان نام ایک مقام پر جو عقبہ کے قریب واقع ہے۔ ترکوں سے اُس کا مقابلہ ہوا۔ ترک تعداد میں عربوں سے بہت

کم تھے۔ اس لئے شکست کھائی۔ اور لارنس نے آگے بڑھ کر عقبہ کا محاصرہ کر لیا۔ عقبہ کے محاصرے میں بھی برطانی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی اعانت شریک تھی۔ ادھر لارنس خشکی کی راہ سے شہر کی جانب بڑھا۔ اور اُدھر جنگی جہاز سمندر سے آگے برسنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء کو عقبہ پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن شہر میں داخل ہو کر ان کے ہاتھ کیا آیا؟ جنگی جہازوں کی گولیاں ہی نے تمام استحکامات کو تباہ کر دیا تھا۔ عربوں کو چند کھنڈروں کے سوا کوئی چیز نہ ملی جس پر وہ اپنا دست تاراج دراز کر سکتے۔ اس محاصرے میں بقیہ سات سو ترک سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لئے گئے۔ اور عربوں نے ان سے نہایت ذلت آفریں سلوک کیا۔

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک | ترکوں پر عقبہ میں جو تتمہ توڑے گئے۔ ان کے ذکر سے مغربی مصنفین نے عداوت اُترا دیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر ان کے قلم سے بھی یہاں ایسے الفاظ نکل گئے ہیں۔ جن سے عربوں کی تمسخریوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے کہ ایک ترک افسر نے لارنس سے شکایت کی کہ مجھے ایک عرب نے ترکی زبان میں نہایت فحش کلامی وی ہے۔ لارنس نے جواب دیا ”کالائے بد بریش خاندن“ عربوں نے ترکی میں گالیاں دینا آپ لوگوں سے ہی سیکھا ہے۔ اس لئے آپ کو گالیاں نہ دیں تو اُدھر کس کو دیں ؟

عقبہ فتح ہو گیا۔ ترکوں کے خون سے عربی تلواروں نے پیاس بجھائی اسلام کے ان بھادوہر زندوں کی تختہ و تفسیح کجی کھول کر کی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن سامان غور و نوش کا فقدان ایک ایسی دشواری بنی۔ جس کا کوئی حل نہیں تھا۔ چنانچہ لارنس کو قاہرہ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ ایلینی انہیں دونوں مصر کا بائی کشتہ متھرہ ہوا تھا۔ لارنس نے



اُس سے سقوط عقبہ کے تفصیلی حالات بیان کئے۔ اور سامان خورد و نوش لے کر تھوڑے  
 دنوں میں واپس عقبہ پہنچ گیا +

اب تمام کی تسخیر کا مرحلہ پیش تھا۔ لارنس نے شامی عربوں کو ترکوں کے خلاف  
 ابھارنے پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ وہ جانتا تھا کہ حریت و استقلال کا نام  
 عربوں کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ اور بغاوت کے نقیب جو  
 سقوط عقبہ کی خبر لے کر تمام اطراف میں پھیل گئے تھے۔ اسی نام پر عربوں کو سرکشی  
 کی دعوت دے رہے تھے +

بغاوت عرب کی اس داستانِ خونیں کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تو  
 یہ ہے کہ ابھی تک بیرونی دنیا لارنس کے نام سے بے خبر تھی۔ علی الخصوص ہندوستان  
 کے مسلمانوں کو تو قطعی علم نہیں تھا۔ کہ افریقی الاصل عیسائی کے ہاتھوں اسلام کی عزت  
 کس طرح تباہ کرانی جا رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لارنس کی سرگرمیوں کو عداوت پر  
 اغوا میں رکھا گیا۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا کسی کو یہ نہیں بتایا گیا کہ عرب قبل  
 کو ترکوں کے خلاف صف آرا کرنے والا کون ہے؟ لطف تو یہ ہے کہ جنگ عمومی کے  
 خاتمہ کے بعد جب زمانہ کے دست گستاخ نے لارنس کے چہرہ سے اسرار کا نقاب اٹا  
 دیا۔ اور اُس کی سیرت کے بعض پہلو عوام کی نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ تو نہایت  
 سادگی سے کہہ دیا گیا۔ کہ لارنس حکام کی اجازت لئے بغیر فیصل کے پاس چلا گیا تھا۔  
 اس لئے اُس کے اعمال کی ذمہ داری برطانیہ پر ناید نہیں ہو سکتی۔ یہ نافرمان اور خود  
 شخص قاہرہ کے برطانوی افسروں سے ملتا رہا۔ اور اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ  
 اسے لطف خاص کا مورد ٹھہرایا گیا۔ اور غالباً عقبہ کی تسخیر کے بعد نافرمانی کی پاداش

میں اسے لفٹنٹ سے لفٹنٹ کرنل کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ اور پھر جلد کرنل بنا دیا گیا۔ ہمیں یہ نہیں پوچھنا چاہئے۔ کہ اس خطا وار کو کیوں نوازا گیا؟ اس گنہگار پر کیوں انعام و اکرام کی بارش کی گئی۔ ان اسرار و خفایا تک ہم عامیوں کے ذہن کی رسائی نہیں دے سکتی۔ یہ مصالح خسروی ہیں۔ جن کی کوئی تو بہیہ ممکن نہیں +  
 ”گھگھ بھلائے پر بخند و گھگھ بھلائے خلعت بد ہند“



# بارہواں باب

## شام کی مہم

عقبہ فتح ہوا تو شام عربوں کے ہجوم و حملہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن شام ایک کھستانی ملک ہے۔ جسے پہاڑیوں سے مختلف علاقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور جس کے باشندوں کے جذبات و اعیال عقائد اور رجحانات بھی مختلف واقع ہوئے ہیں۔ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک جانے کے لئے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو اُن کے عرب کی سی بات کماں۔ کہ ایک صدام مختلف قبائل کو ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے؟ اس لئے شام کے قبائل کو ایک رشتہ میں منسلک کر دینا بہت مشکل تھا۔ لائن نے یہی مناسب سمجھا کہ بغاوت کی دعوت کے ساتھ قتل و ہلاکت کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جائے جو اہل شام کو فوراً اپنی جانب متوجہ کر لے۔ تخریب و تصادم، شورش و اضطراب اور برہمی و اشتعال میں تیسرے در سکون سے زیادہ کشش ہے۔ مکان تعمیر کیا جاتا ہے۔ تو انسان اُس کی جانب چنداں التفات نہیں کرتا۔ وہ گرتا ہے۔ تو اُس کا دھماکا ہر شخص کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ جب حجاز ریلوے تعمیر کی گئی تھی۔ تو عربوں نے باوجودیکہ اُن کے لئے یہ ایک نئی اور نہایت اہم چیز تھی۔ زیادہ دلچسپی ظاہر نہیں

کی۔ لیکن جب لارنس نے اُسے تباہ کیا تو عربوں کی توجہ فوراً منقطع ہو گئی۔  
 عقبہ کو فتح ہوئے ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ فیصل اور عبدالرشید  
 قبائل کی جمعیت کثیر کے ساتھ لارنس کے پاس پہنچ گئے۔ اُس وقت یہ خطرہ بھی  
 دامگیر تھا کہ کہیں ترک عقبہ پر حملہ نہ کر دیں۔ لارنس نے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی  
 عسکری قوت کو پے درپے حلوں سے ضعیف کر دیا جائے۔ تاکہ ان میں اتنی  
 سکت نہ رہے کہ عقبہ پر یورش کر سکیں۔ چنانچہ حلوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن  
 ان میں شجاعت اور مردانگی جو عرب کا فطری جوہر ہے مفقود تھی۔ حلے اس طرح  
 کئے جاتے تھے۔ کہ بھرائے عرب کی وسعت سے عربوں کی ایک مختصر جمعیت  
 نمودار ہوتی ہے اور ترکوں کی چوکیوں پر آگ برسا کر محسوس میں غائب ہو جاتی ہے  
 پھر یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ حجازیوں نے پر ایک گاڑی چلی جاتی ہے۔ ایک مقام  
 پر پہنچ کر ایک بیک ایک مہیب دھماکا ہوتا ہے۔ اور فساد مچتا ہے اور گرد و غبار میں چھپ  
 جاتی ہے۔ چنانچہ انھوں کے بعد وہاں دعوئیں کا نقاب الٹ دیتی ہے۔ اور گاڑی کے  
 ٹکڑے اور ترکوں کی لاشوں کو ہر چار جانب منتشر کر دیتی ہے۔ اسے میں لارنس  
 اور اُس کے ہمراہی بھاڑیوں سے نکل کر انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ موت  
 سے بچ جاتے ہیں انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

ایک حملہ کے دوران میں لارنس کی مدد بیٹے جمال پاشا سے بھی ہو گئی۔ لیکن وہ  
 لڑ بھڑ کر نکل گیا۔ اور ترک اُسے گرفتار نہ کر سکے۔

غرض کہ معان کے قریب دجوار اور شام کے کوہستانوں میں لارنس نے اپنی  
 سفاکی کی بدولت شہرت حاصل کر لی۔ اور حجازیوں پر آمد و رفت کا سلسلہ

منقطع ہو گیا ہسرنگیں اڑانے اور پلوں کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں لارنس کا نام مشہور  
مشہور ہوا۔ اُس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ محاربہ عمومی کے خاتمہ پر  
جب لارنس مصر سے گزر رہا تھا۔ عوام میں یہ روایت مشہور تھی کہ وہ قنصل کو تباہ  
کر دیگا۔ گویا عوام کے نزدیک یہ امر مسلم تھا کہ اُس کا شوق تخریب و ہلاکت جنون  
کی حد تک جا پہنچا ہے۔ جو دیست اور دشمن کی تمیز بھی نہیں کرتا +

لارنس ارنزق میں | نو مہر میں وہ ایلچی کے مشورہ سے اسی طرح سرنگیں اڑاتا اور  
پلوں کو تباہ کرنا آگے بڑھا۔ اور ارنزق کے علاقہ میں فتحندانہ بڑھتا چلا گیا۔ یہ  
کے مقام پر جہاں عہد فاروقی میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین ایک فیصلہ کن  
لڑائی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک پل کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ ارنزق میں  
ایک اور ٹرین کو برباد کیا گیا۔ اس مہم میں ایک ہندوستانی مسلمان جہاد حسن شاہ  
کو اُس کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اُس کے ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک  
مختصر جمعیت بھی تھی۔ جو سب کے سب مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے ارنزق کے  
پیرانے قلعہ پر قبضہ کر کے اُسے از سر نو آراستہ کیا۔ اس قلعہ میں دربار لگا۔ ترک  
فوج کے مفروضہ سپاہی شام کے شیعہ - اور شامی تحریک و طینت کے رہنما  
گروہ درگاہ تحائف لے کر لارنس کے پاس پہنچے۔ تبیلہ بنی مسعود اپنے خصائل و عادات  
کے اعتبار سے بہت قدامت پسند اور سخت گیر سمجھا جاتا ہے۔ پہلے ہی بغاوت  
میں شریک ہو چکا تھا۔ اس نئی فتحندری نے دوسرے قبائل کے پس و پیش اور تباہ  
کا بھی فائدہ کر دیا۔ اور تمام کے کوہستان میں بغاوت پوری قوت سے پھیل گئی +

لہٰذا قصر انیل مصر کے ایک مشہور پل کا نام ہے +

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ | لارنس اردن کے قبائل کو بغاوت میں شرکت کی دعو

دے کر عقبہ پہنچا۔ یہاں اُسے ایلینی کا ایک مکتوب ملا جس میں لکھا تھا کہ فلسطین میں انگریزوں کو غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے۔ اور بیت المقدس ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس مکتوب میں لارنس کو برطانی کو کبہ جلال میں خسر یک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ جب ایلینی فاتحانہ عظمت و شکوہ کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوا۔ تو لارنس اُس کے ہمراہ کا سب تھا۔

شام کی مہم میں بعض نہایت خود نیر لڑائیاں ہوئیں جن میں ترکوں کو نہایت سفاکی سے قتل کیا گیا۔ ایک محرمہ میں ہزیمت خوردہ ترکوں پر اینیوں کی ایک مسلح جماعت جا پڑی اور انہیں ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا گیا۔

لارنس کے رفقا شام کی مہم کے اس خونیں عہد میں لارنس کو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ ترک کمانداران عظم کی جانب سے اعلان کیا جا چکا تھا کہ جو شخص لارنس کا سر لائے گا۔ اُسے بیس ہزار پونڈ کا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ قبیلہ فیس کے شیخ کا مہمان تھا۔ رات کو شیخ اُسے بھائی نے اُسے بیدار کر کے کہا کہ تمہارے متعلق ترکوں کو اطلاع بھیج دی گئی ہے۔ سلامتی پا ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ لارنس یہ سن کر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔ لارنس نے اس زمانہ

میں اپنے رفقاء غاص کی تعداد بڑھائی۔ تاکہ وہ قاتلانہ حملوں کے اندیشہ سے محفوظ ہو جائے۔ اُس کے رفقا میں بعض نہایت شجاع اور آزمودہ کار اہل قبائل شامل تھے۔ جن میں داؤدہ قرعاج۔ راجیل اور عبداللہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبداللہ قبیلہ نبعل کا ایک مشہور شہسوار تھا۔ اور چونکہ رہنمائی اُس کا باپ

پیشہ تھا۔ اس لئے وہ عبداللہ کا طلع المہربانی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ لارنس سے بہتر مالوس تھے۔ اور اس سے ہر وقت گھیرے رہتے تھے۔ +

آزوق سے لوٹتے وقت صرف راحیل اس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں قبیلہ یقیں کے چار شہسواروں نے اس پر چا کرنا چاہا۔ لیکن لارنس نے اس موقع پر بے حد مہیا کی اور دلیری ظاہر کی جس سے آدھ یہ سمجھ کر کہ لارنس کے ساتھ ایک بہت بڑی چہیت ہے ٹک گئے۔ اور وہ موقع پا کر راحیل سمیت نکل گیا۔ +

ترکوں کے گٹھ سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ انہیں عربوں کی عسکری قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غیر منظم اور پراندرہ قبائل کی طاقت و قوت کا اندازہ کرنا انہیں بے گناہ تھا۔ یہ غلط اس لئے عربوں کے لئے ترکوں کی عسکری قوت کے متعلق اطلاعات فراہم کرنا بہت آسان تھا۔ کیونکہ ترکوں کی فوج منظم تھی۔ اور وہ عربوں کی طرح صحرا میں پھیلے ہوئے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے عقبہ پر از سر نو قبضہ کرنا چاہا تو انہیں ناکامی ہوئی۔ +

عمان یہ عمان | عرب فوج کا ایک حصہ ابھی تک یہنوع کو عسکری مرکز مقرر کر کے دہشتہ پر حملہ کر رہا تھا۔ لارنس اسے ایک ناکام اور بے سود کوشش سمجھتا تھا۔ لیکن فیصل کے دوسرے انگریز مشیروں کے نزدیک مدینہ پر ہجوم ضروری تھا۔ سو وہ جو جوانی عسکری قابلیت کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا تھا اسے ان پر پہلے درپے چلے کر رہا تھا۔ لارنس کی خواہش تھی کہ عمان فتح ہو جائے۔ تو عرب فوج اہلانی کے لشکر کے ساتھ مل کر دمشق پر حملہ کرے۔ لیکن یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ اور اہلانی میں قید نے ترکوں سے شکست کھائی۔ اور اہلانی کو جو عمان پر یورش کر رہا

تھا۔ ہزیمت اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ عربوں کو انگریزوں کی غیر معمولی قوت پر اس قدر  
 اعتماد تھا کہ جب ایلینی کے پسپا ہونے کی خبر پہنچی تو کسی نے یقین نہیں کیا۔

لارنس باویہ گروہوں کے بھیس میں | عاتق سے انگریزی فوجوں کی پسپائی کے بعد

ایک دن لارنس اس شہر میں جا پہنچا۔ اُس نے اس موقع پر باویہ گروہوں کا سا

لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کا رفیق خاص فتراج بھی اسی لباس میں اُس کے ہمراہ تھا۔

اتفاق یہ کہ اُس کے زمانہ لباس نے چند ترک سپاہیوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

اور وہ انشاءً راز کے اندیشہ سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ لیکن اس منظر سے

میں وہ عاتق کے استحکامات کا موازنہ بدقت نظر کر چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے طویل غور

فکر کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اس مشکل اور ناقابل تسخیر مقام پر حملہ وجوم کی ناکام کوشش

کر کے اپنی عسکری قوت کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ عربوں نے معان کے

شمال کی جانب ریلوے لائن کو بالکل تباہ کر کے محافظ فوج کا تعلق ترک عساکر سے

منقطع کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک اس شہر کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور معان

میں ترک عساکر کا اجتماع ہو رہا تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ وہ معان کے قریب دجرا سے

ترکوں کو ہٹا دیں گے۔ لارنس نے یہ مناسب سمجھا کہ اٹھائیس پھر ریلوے لائن کو تباہ

سلے رابرٹ گریوز لکھتا ہے: "کہ لارنس نے عربوں کے قلب پر برطانیہ کی غفلت و بکریائی کا

نقش راج کرنے میں بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ انگریز کسی محرکہ میں ان کا

نہیں ہوتے۔ شریف حسین بھی علی العموم اپنے رفقا کو اکثر یہی یقین دلایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک

مرتبہ ایک شاہی اعلان نافذ کیا تھا جس کا آغاز انگریزوں کی سلطنت و شوکت کے اس

اعتراف سے ہوا تھا "یا ایہا المؤمنین! تمہاری حکومت ارب پانچ لاکھ کے پاس ہے اور ارب پانچ لاکھ کے پاس



کر کے ترکوں کے حملہ کی راہ میں دشواریاں پیدا کی جائیں۔ یہ خدمت ناصر کے سپرد کی گئی۔ لارنس نے انہیں دنوں ایلنہی سے ملاقات کر کے یہ تجویز پیش کی کہ دراعہ پر حملہ کیا جاسے۔ اگر یہ مقام قبضہ میں آگیا۔ تو ترک دمشق حیفہ اور شامی فلسطین سے بھی عمان و معان کے محصورین کو کوئی کمک نہ بھیج سکیں گے۔ ایلنہی نے حملہ کے لئے دو ہزار سواری کے اونٹ دیئے۔ اور دراعہ پر یورش کی تیاریاں ہونے لگیں لارنس تو چاہتا تھا کہ مدینہ کی محاصرہ فوج بھی دراعہ کے حملہ میں شرکت کرے۔ اور شریف حسین خود اس حملہ میں کماندار اعظم کی حیثیت سے شریک ہو۔ لیکن حسین کی عافیت پسندی میںہ ان کا رداری دشواریاں کب گوارا کر سکتی تھی۔ وہ اپنے حرم امن سے باہر نہ نکلا۔ اور دراعہ کے معرکہ کو بھی فیصل اور لارنس کے تدبیر پر چھوڑ دیا گیا۔

حملہ کی تیاریاں | دراعہ پر حملہ کی تیاریاں بڑے زور و شور سے کی گئیں۔ ازرق میں قبائل کا سیلاب اُٹھ آیا۔ میجر کینٹن کے ماتحت انگریز سپاہیوں کی ایک مختصر جمیعت بھی اس مہم میں شریک تھی۔ اور گورکھا سپاہیوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ جنہوں نے عمان کے شمال میں ریلوے لائن کو تباہ کر کے دراعہ کا پیوند اس سے منقطع کر دیا۔ انگریزوں نے مسلح موٹروں اور پٹارے بھی بھیجے۔ فیصل ایک ہزار شتر سواروں کی فوج جمع کر آیا۔ خود وہ ابن طائی اپنے رفقاء کے ساتھ پہنچا۔ فرانسیسی سپاہیوں کا ایک دستہ آکر ششہ یک ہوا۔ پھر سرحد عراق کے قبائل کا امیر شیخ نوری جمیعت کثیر کے ساتھ آیا۔ بنی منجر کے شجاع عرب جو شہسواروں اور سپہ گری میں بے نظیر سمجھے جاتے ہیں بڑے سامان کے ساتھ آئے۔ فرزند ابن دؤد بھی اپنے خاص نشان اٹھاتے پہنچے۔ ان کے علاوہ لارنس دؤر اس کے رفقا بھی تھے جن میں شام و عراق کے اکثر

مشہور شہسوار اور سپاہی شارل تھے +

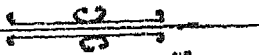
عربوں کا یہ سارا اجتماع اس یقین و اعتماد کے ساتھ تھا کہ شام پر ان کا علم لڑائے گا۔ اور امیر تورجی جو پہلے بھی اپنے شکاک ظاہر کر چکا تھا۔ لائس کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ برطانیہ نے شام اور فلسطین کے متعلق مختلف معاہدے کر رکھے ہیں۔ ایک معاہدہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مفتوحہ علاقہ کو فرانس، روس اور برطانیہ آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ ایک معاہدہ کا مفاد یہ ہے کہ ”فلسطین کو سیہ نیاں عالم کا مرکز بنادیا جائے گا“ ایک معاہدہ یہ ہے کہ ”عرب جس علاقہ کو اپنی قوت بازو سے فتح کریں گے۔ وہ انہیں کے زیر نگیں رہے گا“ یہ معاہدے بے حد متضاد و قیائن ہیں۔ ہم ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کریں؟ لائس نے جواب دیا کہ ”آخری معاہدہ وہ ہے جو عربوں سے کیا گیا ہے۔ اس لئے باقی تمام معاہدوں کو منسوخ تصور کرنا چاہئے۔ لائس کے اس جواب نے امیر تورجی کو مطمئن کر دیا۔ لیکن لائس یہ محسوس کرتا تھا کہ ان وعدوں کے ایفا کی نوبت کبھی نہیں آئیگی +

لطف یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں جبکہ اتحادی عربوں کی تحریک حریت سے غیر معمولی شغف و انہماک ظاہر کر رہے تھے۔ دوسری جانب ترک ارباب سیاست کے قیادت پسند گروہ سے جو جدید عقاید کو قومی ترقی کے حق میں سم قائل سمجھتا تھا۔ مصالحت کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ یہ گروہ اپنی فرزداد خیالی کے باعث نوجوان ترکوں کے اس عقیدہ کو ناپسند کرتا تھا کہ ہر قوم کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس لئے آتے کبھی

گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ عرب اپنی خود مختار سلطنت قائم کریں۔ اگر اس گفت و شنید کا نتیجہ یہ ہوتا کہ برطانیہ کو مشرق میں چند مراعات حاصل ہو جاتیں۔ تو یقیناً اُسی زمانہ میں ترکوں سے صلح ہو جاتی۔ اور انگریزوں کو عربوں کی اعانت سے دست کش ہو جانا پڑتا۔ لارنس نے اس زمانہ میں فیصل کو شورہ دیا۔ کہ انہیں اتحاد و ترقی کے نوجوان ارکان سے گفتگو کی جائے۔ تاکہ اگر ترک سیاستین کے قدامت پسند گروہ سے کوئی مفاہمت نہ ہو سکے تو ترکان احرا کو حریت کے نام پر مجبور کیا جائے۔ کہ وہ شام پر عربوں کی سیادت تسلیم کر لیں +



# تیرھواں باب



## تسخیرِ دراعہ

دراغہ پر یورش کے آغاز میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے عربوں کے حوصلے  
 پست کر دیئے۔ اور اگر لارنس کی غیر معمولی ذہانت اسے نہ آجاتی تو اغلب تھا کہ  
 بغاوتِ عرب کامیابی کے اس قدر مراحل طے کرنے کے باوجود ناکام ہوتی ۛ  
 باغیوں کی جمیعت مختلف افکار و عقائد کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ اور ہر شخص  
 اپنے جداگانہ مقصد کے پیش نظر بغاوت میں شریک ہوا تھا۔ مثلاً شریف حسین  
 کا مقصد یہ تھا کہ ایک وسیع عرب سلطنت قائم کی جائے جس میں شام اور فلسطین  
 بھی شامل ہوں۔ اور اس کی عنان حکومت شریف کے قبضہ میں ہو۔ جعفر پاشا نوری  
 پاشا۔ اور مولود وغیرہ شامی عرب یہ چاہتے تھے۔ کہ شام میں ایک آزاد سلطنت قائم  
 کریں۔ ان کے علاوہ بعض قبائل ایسے بھی تھے جنہیں نہ تو شریف حسین کے مقاصد  
 سے ہمدردی تھی۔ اور نہ شامیوں کے افکار سے کوئی سروکار۔ بلکہ محض مال غنیمت  
 کی طمع انہیں عرصہ کارزار میں کھینچ لائی تھی ۛ  
 حسین جیسے شامیوں کے عقاید کا علم تھا۔ اکثر اوقات اپنی قوت و

اختیار کا اعلان کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے متنا کہ جعفر یا شاکو مام طور پر کماندار اعظم  
 کہا جا رہا ہے۔ تو اسے بہت ناگوار گذرا۔ اس نے ایک فرمان نافذ کیا جس کا مفہوم  
 یہ تھا کہ جعفر کی حیثیت ایک کپتان سے زیادہ نہیں۔ کوئی شخص اس سے کماندار اعظم نہ  
 نہ کہے۔ اس فرمان نے شامی عربوں میں اضطراب برپا کر دیا۔ جعفر یا شاکو مولود  
 اور دوسرے کارآمد مودہ شامی افسر فوراً مستعفی ہو گئے۔ فیصل نے یہ کیفیت دیکھی  
 تو اس نے بھی احتجاج کے طور پر استعفیٰ دے دیا۔ لیکن حسین پر فیصل کے استعفیٰ  
 نے بھی کوئی اثر نہیں کیا۔ اور اس نے زید کو لکھا کہ فیصل سے چارج لے کر اسے  
 سبکدوش کر دو +

لارنس کے لئے یہ ایک عجیب کشمکش کا موقع تھا۔ وہ حسین کے اس فرمان  
 کی چنداں پروا نہ کرتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ درامہ پر یروش کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے  
 تھے۔ ایسے موقع پر شامیوں کا محلے میں شرکت سے انکار کر دینا۔ اور فوج کی نشان  
 قیادت کا فیصل کے ہاتھوں سے نکل کر زید کے ماتر بہ کار ہاتھوں میں چلا جانا  
 یہ معنی رکھتا تھا کہ انہیں اس ہم کی کامیابی کی کوئی آمید نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ  
 اس نے ایلینی اور مصر کے ہائی کمنڈر سے رجوع کیا۔ ان کی فمائش کا اتنا اثر ہوا۔  
 کہ شریف نے ایک برقی پیغام بھیجا جس کے پہلے حصہ میں اس واقعہ پر اظہار افسوس  
 ملے مگر ہائی کمنڈر سرسہری میکان تھا۔ اسی نے حسین کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور اسی کے  
 توسط سے حسین کو مدد دینا ملتا تھا۔ شریف حسین کو اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے اور اپنی  
 ذاتی اور فوجی قوت قائم کرنے کی ۱۹۲۱ء میں فروری ۱۹۲۱ء تک بارہ لاکھ لگی یعنی ایک  
 کروڑ اسی لاکھ روپیہ دیا گیا +

کیا گیا تھا لیکن دوسرے حصہ میں پھر یہ الفاظ دہرائے گئے تھے کہ "جعفر ہاشمی کی حیثیت ایک معمولی کپتان سے زیادہ نہیں" لارنس نے یہ چال چلی کہ فیصل اور جعفر کو اس تارک صرف پہلا حصہ دکھایا اس طرح وہ بے اطمینانی جس نے فوج میں بغاوت کے اُمنار پیدا کر دیئے تھے۔ دُور ہو گئی۔ اور درآء پر حملہ ہجوم کی تیاریاں ہونے لگیں قتل عام | لارنس نے درآء پر یورش کے زمانہ میں غیر معمولی جنگی قابلیت کا ثبوت دیا۔ اُس نے عمان کو بظاہر اپنا مرکز وجہ ظاہر کر کے ترکوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ کہ عرب عمان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ترک عمان کے استحکام میں مصروف تھے۔ اور ادھر ارنزق میں عربوں کا اجتماع ہو رہا تھا ۱۲ ستمبر کو تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پہلے ریلوے لائن کو تباہ کر کے عمان، عمان، مدینہ۔ ناصہ اور دادئی اردن کے ترک عساکر کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد درآء کے قریب و جوار میں چھوٹے چھوٹے معرکے ہونے لگے۔ یہ یوکس کا پہل جس پر لارنس پہلے بھی ناکام حملہ کر چکا تھا۔ ڈائنسمیٹ سے آڑا دیا گیا۔ اس کے پاس ہی ترکوں کی چوکی تھی۔ انہوں نے کمال شجاعت و مردانگی منفا کیا۔ لیکن عرب ہر گوشہ سے سیلاب کی طرح اُمنڈ پڑے۔ اور ترکوں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ حورآن کے دہقان قتل و غارت میں سب سے پیش پیش تھے۔ بچے۔ بوڑھے۔ عورتیں سب اس قتل عام میں حصہ لے رہے تھے۔ غارتگری کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو چونکہ بریٹریل چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر درد و دُور سے عرب باغی گنچ کر پہنچ گئے۔

عربوں کی پے درپے کامیابیوں نے درآء کے حکام کو خائف کر دیا۔ ان

میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ مردوں کی طرح میدان کارزار میں کٹ مرتے۔ اس لئے وہ لارنس کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ ہم شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ آپ بے غل و غش قبضہ کر لیجئے۔ لارنس نے سوچا کہ اگر ایلمینی نے شکست کھائی، تو دراعہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ ابھی دراعہ پر قبضہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے یہ درخواست قبول نہ کی +

یہ مرموک کے پُل کے بعد تیل الشہاب کے پُل کی باری آئی۔ اس پُل کی محافظ فوج کا کپتان نسلا ارمنی تھا۔ اس نے لارنس سے وعدہ کیا۔ کہ میں باسانی تیل الشہاب پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ صلاح یہ قرار پائی۔ کہ ارمنی کپتان چار عربوں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ اور انہیں اپنے کمرے میں چھپا رکھے۔ پھر اپنے ماتحت افسروں کو ایک ایک کر کے بلائے اور چاروں عرب کی نگاہ سے مکمل کر ان کی مشکیں گس لیں۔ تجویز تو خوب تھی۔ لیکن عین وقت پر ایک جہنم کرنیل کی سرکردگی میں ترکوں کا ایک دستہ پہنچ گیا۔ جس نے ارمنی کپتان کو عداری کے جرم میں گرفتار کر لیا +

لارنس اور اس کے رفقا دراعہ کے قرب و جوار میں مصروف کارزار تھے۔ تھے میں اطلاع ملی کہ ایلمینی کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی دراعہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ہندوستانی سپاہی دراعہ پر ٹھہریں۔ اسٹریلیا کی فوج حوٹان پر حملہ کرے۔ اور نیوزی لینڈ والے عمان کو مرکز ہجوم بنالیں پھر نیوزی لینڈ کے سپاہی تو عمان کی حفاظت کریں۔ اور باقی دونوں تو صہیں دمشق پر حملہ آور ہوں + عربوں کی سفاکی [نیلیس بہمان حقیقہ وغیرہ مقامات سے ایلمینی کے حملہ نے ترکوں کو

نکال دیا تھا۔ جو ترک آسٹریں اور جرمن سپاہی پسا ہوئے تھے۔ انہیں لارنس اور اس کے رفقاء کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اور یا انہیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ یہ حکم عام تھا کہ ہزیمیت خور و ترکوں میں سے ایک بھی بچ کر نکلنے نہ پائے جس رات یہ اطلاع ملی کہ بلغاریہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ جو ان کی ساری آبادی ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا گیا۔ ترک فوج کے دوستے جن میں ایک چار ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے میں دو ہزار سپاہی تھے۔ شیخ سعد کی جانب پسا ہو رہے تھے۔ لارنس نے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔ انہوں نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن ہر گوشہ سے عرب موردِ تلخ کی طرح پیدا ہو رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کائنات ترکوں سے آمادہٴ پیکار ہے۔ چنانچہ وہ سب کے سب کٹ مرے۔ مجروح ترکوں پر بھی رحم نہیں کیا گیا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا گیا۔ درآء کی ترک پولیس کے سپاہیوں کو جنہوں نے جو ان کے باغیوں کو سزا دی تھی۔ ریت پر گھسیٹا گیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد قتل کیا گیا۔ لارنس نے اس موقع پر کہا تھا: ”میرے نزدیک وہی شخص بُدب ترین ہے جو سب سے زیادہ ترکوں کی لاشیں میرے پاس لائے ہو۔“

ترک۔ آسٹریں۔ جرمن سب کے سب نہایت شجاعت سے لڑے۔ لارنس کا حکم تھا کہ کسی کو گرفتار نہ کرو۔ سب کو قتل کر ڈالو! لیکن عربوں کے ایک دستہ کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ اور انہوں نے دو سو ترکوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ قیدیوں



کو لے کر لائنس کے پاس پہنچے۔ تو یکا یک ایک عرب جسے ترکوں نے مجروح کیا تھا پیچ اٹھا۔ سب کی نگاہیں اُس کی جانب ہلٹ گئیں۔ اور ایک شخص نے پوچھا ”دعوت تمہیں کس نے مجروح کیا؟“ اُس نے ترک اسیروں کی جانب اشارہ کیا اپنے ایک ہمراہی کو مجروح دیکھ کر عرب اس قدر براغزوختہ ہوئے کہ اُنہوں نے سارے قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔

غرض کہ اس قدر نریزی کے بعد درآء ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو فتح ہوا۔ جنرل بیرو جسے درآء پر حملہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس وقت پہنچا۔ جب کہ عرب شہر پر قبضہ کر چکے تھے۔



# چودھواں باب



## فتح دمشق

دوسرے دن لائنس موڑ میں بیٹھ کر دمشق پہنچا۔ یقیناً السیف ترک ابھی تک جا بجا لڑ رہے تھے۔ جرنیوں کا ایک دستہ آگ کے دریا میں شناوری کر رہا تھا۔ لیکن ان میں کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب افسر حکم دینا تھا۔ پلٹ کر فیر کرتے تھے اور بڑھتے چلے جاتے تھے۔ انگریز مورخوں کو بھی ترکوں اور جرنیوں کی بے مثل شجاعت کا اعتراف ہے +

ہنگامہ کارزار زیادہ دیر تک گرم نہیں رہا۔ تھوڑی دیر میں ہر چار جانب ترکوں اور جرنیوں کی لاشوں کے انبار نظر آنے لگے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسان کی درندگی کا ہولناک منظر دکھائی دینا تھا۔ دمشق کا گورنر علی رضا ترکوں کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ اور دمشق کی مجلس وطنیت کی صدارت بھی اسی کے سپرد تھی۔ لائنس نے ایک سوار کو اس کے پاس دوڑایا۔ کہ شہر پر عربوں کا علم نصب کر دے۔ علی رضا نے دمشق سے ملحقہ علاقوں میں، بعد حکومت حضرت خلیفہ ثانی مسلمانوں کے حوالہ اقرار میں آیا۔ اور ۱۹۱۸ء میں تیرہ سو سال کے بعد پھر نصاریٰ کے غلبہ میں چلا گیا۔ یہ وہ حاشیہ ہے جس پر

اُس وقت ترکوں کے ایک ہزیمت خورہ دستے کی کمان کر رہا تھا۔ اُس کے نائب شکاری نے ٹون ہال پر عربی فکرم نصب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ لارنس جب روز رانس بوٹ میں بیٹھ کر ایک فوج کی حیثیت سے دمشق میں داخل ہوا۔ تو اہل دمشق دور و پیس ہاندھے کھڑے تھے۔ ٹون ہال کے قریب شامی عربوں کا ہجوم تھا۔ جو دالمانہ رقص سے اپنی آزادی کا اعلان کر رہے تھے۔ اس سارے مجمع میں لارنس یا اُس کے انگریز رفقاء ہی ہانتے تھے۔ کہ شایموں کی آزادی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔

لارنس نے اپنی کتاب "ہفت ستون دانش" کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ کہ میں فتح دمشق کے بعد اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھا تھا۔ کہ یکایک موزن نے اذان دی۔ اُس نے اذان کے خاتمہ پر کہا کہ "اے اہل دمشق آج خدا نے ہم پر بہت کرم کیا" یہ واقعہ نقل کر کے وہ لکھتا ہے کہ ان لاکھوں نفوس میں صرف میں اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ موزن کا اظہار مسرت بے معنی ہے۔ لارنس آغا ز سے یہ جانتا تھا کہ اتحادی شام پر کبھی عربوں کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن وہ انہیں ہمیشہ یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ عراق، شام اور فلسطین پر ان کا علم اترے گا۔ اس لئے اس کا یہ اظہار رندامت اپنی نیک سنجی کا یقین دلانے کی ایک بے سود کوشش ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۷۹) یہ عجیب بات ہے کہ ترکہاں ہی جتنے شجاع اور بہادری ہوتے ہیں۔ اُنکے افسر آتے ہی خدا اور نرنزل ترک فوج کے جن افسرین نے سازش میں شریک جن لوگوں کو زندہ رکھا ساتھ یا انکی نہرت بہت طویل ہے۔

لے "سیون پلر آت و نڈوم"

عبدالقادر الجرائزی | اتحادیوں کی فریب کاری کا احساس سب سے پہلے عبد القادر  
الجرائزی کو ہوا۔ یہ شخص مشہور اسلامی مجاہد امیر عبد القادر الجرائزی کا پوتا تھا۔ چنانچہ  
اُس نے دمشق میں اتحادیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ چند غیور روزی بھی  
اُس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لارنس کو اطلاع ملی تو اُس نے شہر کے شمالی  
حصہ میں فوج پھیلا دی جس نے عبد القادر کو پس پا کر دیا۔ عبد القادر ماوردی  
بھاگ نکلے۔ اور دوپہر ہوتے ہوئے شہر میں امن ہو گیا +

علی رضا واپس آ گیا۔ اور اُسے دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔ دوسرے دن  
ایٹنی بھی پہنچ گیا۔ فیصل درآء سے اپنے رفقا سمیت پہنچا۔ لوگوں نے اُس کا  
نہایت شاندار استقبال کیا۔ یہاں ایٹنی اور فیصل کی ملاقات ہوئی۔ لارنس  
اس موقع پر ترجمان کی خدمت انجام دے رہا تھا +

دوسرے دن لارنس نے رخصت طلب کی۔ ایٹنی تو نہیں مانتا تھا لیکن  
جب لارنس نے سمجھایا کہ میرا یہاں سے چلا جانا ہی قرین مصلحت ہے۔ تو وہ ان  
گیا۔ لارنس جانتا تھا کہ موجودہ نظام حکومت نارفی اور ناپائدار ہے آج یہاں عربی  
علم لہرانا نظر آ رہا ہے۔ کل وہاں فرانسیسی پرچم بلند دکھائی دینگا۔ اُس وقت میں  
عربوں کو کیا جواب دوں گا؟ چنانچہ وہ اپنے عرب دوستوں سے رخصت ہوا۔ دوسرے  
سال جب عربوں کی ساری امیدیں پامال کر دی گئیں تو انہیں لارنس کے دلنریب

لے عبد القادر نے پہلے بھی کئی مرتبہ لارنس کو ٹکڑیا تھا۔ اس واقعہ سے ایک دو روز پہلے  
دمشق کے ایوان حکومت میں ایک مختصر بزم مشاورت منعقد تھی۔ عبد القادر بھی شریک محبت  
تھا۔ باتیں کرتے کرتے ایک دہ خیر باتیں لے لے لارنس برحرا آور ہوا۔ لیکن عدوہ ابن ابطلی نے اُس کو

وہ بڑے یاد آئے۔ انہیں تو فتح پوری کر لائیں کسی دن واپس آکر ہیں فرانیسیوں  
 کی غلامی سے نجات دیجیے۔ آخر ان کا بیانیہ شایب چھلک گیا۔ چند سال کے  
 بعد ہی فرزند ان دروازے فرانیسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ فرانیسیوں نے  
 شامیوں پر جو ظلم توڑے ان کی غزیریں داستان گھر گھر مشہور رہے۔ حوران  
 اذوق۔ لبنان میں جہاں ترکوں نے خاک اور خون میں لوٹ کر حسین شہید  
 علیہ السلام کی سنت پاریز کی تجدید کی تھی۔ شامیوں کا خون بہا گیا۔ شاید یہ  
 ترکوں کے خون کا انتقام تھا۔ جو غدار شامیوں سے پیا گیا +



سے رابرٹ گریوز لکھتا ہے کہ سال بھر تک تو یہ کیفیت، ہی کہ جب کوئی بڑھاپی بیمار ہو  
 یا اس کے گرد دلچسپی میں آتا تھا تو عرب یہ سمجھ کر کہ لائیں واپس آ گیا بیابانہ ویرانے گھر  
 لیتے تھے۔

# پندرھواں باب



## مجلس صلح

لارنس لندن پہنچا۔ تو مشرق و مغرب میں اس دامن ہو چکا تھا۔ ۱۹۱۹ء کو دنیا بھر میں جشن صلح منایا گیا۔ لارنس اس موقع پر ان دن میں تھائی لینک جنگ کی ہنگامہ آفرینیوں کے بعد اسے وطن میں امن و سکون کے دن بسر کرنا نصیب نہ ہوئے تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ فیصل بھی لندن پہنچ گیا۔ اور لارنس اس کے ساتھ برطانی وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے پیرس کی مجلس صلح میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گیا +

عرب میں لارنس کو فوادی تلوار سے کام لینا پڑا تھا۔ پیرس میں دلائل کی تلوار سے کام لینا پڑا۔ مجلس صلح میں دنیا بھر کے مدبر موجود تھے۔ درس۔ لائڈ جارج کلینٹن شو۔ مائیکلو۔ سوئیٹو وغیرہ نے نہایت فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔ لارنس

نے دلائل و براہین کے اس سرکہ میں ملاقات لسانی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے مدبر عرض کر آٹھے ۔

شریف چاہتا تھا کہ اس تمام علاقہ پر جس کی زبان عربی ہے۔ اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے۔ اور وہ کہ معتزلہ کو صدر مقام قرار دے کر ایک وسیع سلطنت پر حکمرانی کرے جس میں عراق فلسطین اور شام شامل ہوں۔ اور فیصل کی صرف یہ خواہش تھی کہ اسے شام کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ شریف حسین کا مطالبہ تو اتحاد و یک لکھی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ فرانسیسی فیصل کو بھی شام کا بادشاہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک جنگ جاری رہی۔ لائنس نے شریف حسین کو ہمیشہ یہ یقین دلایا کہ اسے سارے عربستان کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جائے گا۔ فیصل سے یہ کہا جاتا رہا کہ شام اس کے زیر نگین ہوگا۔ اور شامی عربوں سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا۔ کہ نہیں شریف حسین اور فیصل سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کے ملک کی عنان حکومت انہیں کے قبضہ میں رہے گی۔ لیکن مجلس صلح میں صاف انکھیں پھیر لی گئیں اور نہ تو شریف حسین کی خواہش پوری ہوئی۔ نہ فیصل کی امید برآئی اور نہ شامی وطن پرستوں کے جذبات کا احترام کیا گیا ۔

ایک فرانسیسی نمائندہ دور کی کوڑی لایا۔ اس نے ایک نہایت فصیح تقریر میں کہا کہ شام پر تو فرانسیسوں کا پورا براہ حق ہے۔ ہا در نہ ہو تو عرب صلیبیہ کی تباہی اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ لائنس نے جو فیصل کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا تھا۔ برجستہ جواب دیا کہ صاحب۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ عرب صلیبیہ میں کون فتح مند ہوا تھا۔

### عرب یا فرانسیسی +

غذاری کا مسئلہ آخر پڑی دشواری سے فیصل اور فرانسیسی مدبر کلینٹشو میں مخالفت ہوئی اور یہ قرار پایا کہ بیروت اور لبنان تو فرانس کے قبضہ میں رہیں۔ اور ملک کے اندر دنی حصہ میں فیصل فرانسیسیوں کی مدد سے حکومت کرے۔ لیکن فرانس اس عہد پر بھی قائم نہ رہا۔ اور کلینٹشو کے مستعفی ہونے کے بعد اُس کی حکمت عملی میں بھی تغیر واقع ہو گیا۔ فیصل دمشق سے نکال دیا گیا۔ وہ بہت عرصہ تک فلسطین۔ اطالیہ اور انگلستان میں گلیوں کی خاک چھانٹا پھرا۔ اور جب تمام دروازے بند پائے تو بالوس ہو کر کہ مغرر چلا گیا۔ آخر پڑی مشکلوں سے اُسے عراق کا فرانزوا تسلیم کیا گیا۔ اور وہ برطانی ہائی کمشنر سر پرسی کاکس کی مدد سے بغداد میں تخت نشین ہوا +

اس طرح شام فرانس کے قبضہ میں رہا۔ عراق پر فیصل متصرف ہو گیا۔ اب فلسطین رہ گیا تھا۔ لیکن اس سرزمین میں بھی عربوں کے خاص حقوق تسلیم نہیں کئے گئے۔ بلکہ اسے یہودیوں کا مرکز بنا دیا گیا۔ اور دنیا کے مختلف اطراف و اکناف سے یہودی ہجرت کر کے وہاں پہنچنے لگے۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فلسطین میں یہودی اور مسلمان باہر گردست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اور انگریز باطنیان تمام حکومت کر رہے ہیں +

لیکن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی مستمرانہ حکمت عملی کے نتائج بھی اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ شام میں دروز کے شجاع اور غیور فرزندوں نے ظلم جہا د بلند کر دیا۔ فلسطین میں یہودی انگریزوں کی شہ پاکر عربوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عرصہ تک فلسطین و شام میں نونریزی ہوئی رہی۔ آج جبکہ یہ مسئلہ



لکھی جا رہی ہیں۔ عربستان میں اضطراب برپا ہے۔ اور تمام عرب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انہوں نے اتحادیوں کی مدد کرنے میں شدید غلطی کی تھی۔ اس وقت عراق حجاز۔ نجد۔ شرق اردن۔ شام اور فلسطین میں بظاہر امن ہے۔ لیکن دراصل عربوں کی روح مضطرب ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس خاک سے پھر جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک اٹھیں +

انگریزوں کی نگاہیں اس وقت مملکت نجد و حجاز کے فرمانروا سلطان ابن سعود پر لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ برطانی ارباب سیاست یہ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ سلطان اتحاد عربستان کے حامی ہیں۔ اور ان کا منہائے نظر بھی یہی ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے جن علاقوں میں عربی بولی جاتی ہے۔ اس کی ایک دولت مشترکہ قائم کی جائے +

گمان ہے کہ لارنس اتحادیوں کی اس بے اعتنائی سے بھید متاثر ہوا اور اس نے بھی صلح کے بند اپنے تمام تنہے اس پیغام کے ساتھ محکمہ جنگ میں بھیج دیئے کہ ان عربوں سے ایفائے عہد نہیں کر سکا۔ اس لئے میں ان قوموں کا مستحق نہیں۔ اور جب حضور ملک معظم نے اسے شرف پارہابی بخشا۔ تو اس نے ان تمام بے انصافیوں کا ذکر کر دیا۔ جو عربوں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ لارنس کے تمام سولہ بھائی اس امر پر متفق ہیں کہ اس واقعہ نے لارنس کی ساری زندگی تلخ کر دی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بغاوت عرب کے بعد عزالت اور گناہی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ اس افسانہ میں صداقت کا عنصر کس قدر ہے؟

# سولھواں باب

## ”شا“ اور کرم شاہ

بغاوت عرب کے بعد لارنس کے جذبات افسردہ ہو گئے۔ اور اُس نے نہایت خاموش زندگی اختیار کر لی۔ شاید لارنس کے سوانح نگاروں نے اس عہد کے واقعات کو زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جسے صدائے جنگ و رہاب کی بجائے تلواروں کی جھینکا میں لطف آتا ہو۔ اس طرح گوشہ عزلت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ کہ بیرونی دنیا سے اس کا تعلق بالکل منقطع ہو جائے ۴

لارنس میسنر پر واز میں | لارنس نے ۱۹۱۹ء کے بعد زیولٹ ان دی ڈزرت اور ”سیلون پلر ز آف وزڈم“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں جو بے حد مقبول ہوئیں گویا اُس نے اپنی زندگی کے یہ تین سال علمی مشاغل کے نذر کر دیئے۔ اور اگست ۱۹۲۲ء میں جب اُس کی طبیعت تصنیف و تالیف کے مشغلہ سے اُکتا گئی۔ تو وہ صیغہ ہوا ز میں ”شا“ کے نام سے شامل ہو گیا۔ اُس نے ابھی اس مشغلہ میں بمشکل چھ ماہ بسر کئے تھے کہ دفعۃً یہ راز کھل گیا۔ کہ لوگ جس شخص کو ”شا“

کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ درحقیقت بغاوت عرب کا سالار اعظم کرنل لارنس ہے۔ اخبارات میں کرنل لارنس کی اس پُر اسرار عزت گزینی کے متعلق طویل مضامین لکھے گئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو اس کے کارناموں کا علم تھا۔ ان کے لئے اس امر پر یقین کرنا دشوار تھا۔ کہ لارنس کسی خاص مقصد کے بغیر صیغہ پرواز میں ایک کلرک کی حیثیت سے شامل ہو سکتا ہے + وزیر صیغہ پرواز کو اندیشہ ہوا۔ کہ معاملہ بڑھا۔ تو پارلیمنٹ میں سوالات کئے جاتے گئے۔ اور یہ شبہ کیا جائے گا۔ کہ صیغہ پرواز میں لارنس کی شمولیت کسی پُر اسرار مقصد کے ماتحت ہے چنانچہ اُس نے فروری ۱۹۲۲ء میں لارنس کو علیحدہ کر دیا +

اس کے بعد لارنس نے ٹینک کارپس میں ملازمت حاصل کر لی۔ دو سال اسی صیغہ میں رہا۔ پھر نہانہ ڈورچسٹر میں بسر ہوا۔ اور اُس نے اپنی کتاب ”سیون پاز آف وارڈم“ کی تکمیل نہیں کی +

پھر صیغہ پرواز میں لارنس اپنے موجودہ مشغلہ سے مطمئن نہیں تھا۔ اُس نے پھر صیغہ پرواز میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ اُس کے ایک دوست نے جو انگلستان میں خاص افراد سرخ رکھتا تھا وہ زراعت کا علم سے سفارش کی۔ اور لارنس کو پھر صیغہ پرواز میں منتقل کر دیا گیا لیکن اس مرتبہ اسے انگلستان میں نہیں رہنے دیا گیا۔ بلکہ پہلے کراچی میں۔ اور پھر سرحد افغانستان کے ایک غیر معروف مقام میراں شاہ میں بھیج دیا گیا +

صیغہ پرواز میں اس کے تقرر کے متعلق بہت اخفا سے کام لیا گیا اس کے رفقاء میں سے بھی کسی کو علم نہیں تھا۔ کہ یہ شخص کون ہے؟ جب ڈورچسٹر میں

یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ کرنل لارنس آج کل یہاں ہے تو اس کے رتھا اس کے  
خط و خال سے پہروں اس تصویر سے مقابلہ کرتے رہتے تھے جو بغاوت عرب  
کے زمانے میں بعض اخبارات میں شائع ہوئی تھی لیکن بہت تلاش و جستجو اور  
تحقیق و تدقیق کے بعد بھی وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ شاہ اور کرنل لارنس میں  
کوئی نسبت ہے +

پیرکرم شاہ | لارنس جن دنوں میراں شاہ میں تھا۔ امرتسر میں ایک پراسرار شخص نمودار  
ہوا جس کی گرجی اسکھول اور سنہری بالوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا کر دیا۔  
کہ وہ کوئی انگریزی الاصل شخص ہے۔ وہ اپنا نام کرم شاہ بتاتا ہے۔ اس کے پاس درد  
دولت کی فراوانی ہے۔ تو ہم پرست عورتیں اسے گھیرے مٹی میں۔ اس کی عادات و  
تصائل میں کسی قدر نسائیت ہے۔ وہ بظاہر کوئی دانشمند اور متین شخص نہیں  
اگرچہ وہ اپنے خط و خال سے انگریز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو ترکستان کا  
باشندہ بتاتا ہے۔ بظاہر ترکی فارسی اور عربی میں سے کسی زبان پر اسے عبور  
نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اردو بھی صفائی اور روانی سے نہیں بول سکتا۔ عوام میں یہ قولہ  
مشہور ہو گئی۔ کہ پیرکرم شاہ درحقیقت کرنل لارنس ہے۔ ایک موقع پر عوام کے ایک غلط  
آلود مجمع نے جو اسے مشرقی ممالک کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اسے پیٹ ڈالا تو وہ  
سلہ ڈمبر ۱۹۱۵ء میں لاہور میں جبکہ عیاج کے متنازعہ ہٹا لالہ لاجپت رائے کی ارٹھی بے جا  
رہے تھے پیرکرم شاہ موٹر میں آتا دکھائی دیا۔ مجمع میں سے کسی نے کہا کہ لارنس ہم پھینکنا  
چاہتا ہے۔ اس پر لوگ پیرکرم شاہ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے اسے بچا لیا اور  
تھوڑی دیر بھاگنے میں رکھ کر چھوڑ دیا +

عرسے میں اس افواہ نے قبول عام حاصل کر لیا۔ کہ لارنس جس نے عربوں کو تباہ کیا اب پیر کرم شاہ کے لباس میں جلوہ گر ہے +

پراسرار ملاحظت | آخر کار بعض نیم سرکاری اخبارات میں اعلان کیا گیا۔ کہ کرنل لارنس درشا کے نام سے میراں شاہ میں مقیم ہے۔ اسی زمانے میں افغانستان کے مطلع پر انقلاب کے بادل چھا گئے۔ اور ادھر عوام میں یہ خبر گرم ہوئی۔ کہ فتنہ افغانستان سے لارنس کا گہرا تعلق ہے۔ ان افواہوں کی بنا پر حکومت نے کرنل لارنس کو مسجد سے انگلستان بھیج دیا۔ ۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو وہ لاہور پہنچا۔ لیکن وہ نہ تو کسی اخبار کے نمائندے سے ملا۔ اور نہ اس کی آمد کی عوام کو اطلاع ہوئی۔ یہاں سے وہ بمبئی روانہ ہو گیا۔ اور ۱۲ جنوری کو انگلستان جانے والے ایک جہاز پر سوار ہو گیا +

اس واقعہ سے عوام کی قیاس آرائیوں کا فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ لوگ بھی کہتے رہے۔ کہ اصل لارنس ہندوستان میں ہے۔ اور جو شخص انگلستان بھیجا گیا ہے۔ اُس کا ہم نشین ہے + ان شبہات کو ایک اور واقعہ سے تقویت ہوئی۔ کہ لارنس جب لندن پہنچا۔ تو فوٹو گرافروں اور اخبارات کے نمائندوں کی ایک جماعت اُس کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھی اُس نے کسی جانب توجہ نہیں کی۔ اور ایک موٹر پر بیٹھ کر اُس طرح نکل گیا۔ کہ نہ تو فوٹو گرافر اُس کی تصویر کھینچ سکے۔ اور نہ اخبارات کے نمائندے اُس سے بات کیسکے۔ لیکن ان لوگوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ لارنس فریب دے کر نکل گیا۔ تو انہوں نے موٹروں میں بیٹھ کر اُس کا تعاقب کیا۔ ادھر لارنس کی موٹر پیچیدہ گلی کوچوں سے گزرتی ہوئی کنسٹن کے ایک عالی شان مکان کے سامنے جا کر رُک گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر اترا۔ اور مکان

میں گھس کر دروازہ بند کر لیا +

اس کے اس حیرت انگیز طریق عمل نے ایک شور برپا کر دیا۔ "ٹیلی نیوز" نے جو انگلستان کے مقتدر ترین جرائد میں ہے۔ ایک نہایت ہوش پرور مقالہ میں حکومت سے استفسار کیا کہ کرنل لارنس جیسے مشہور شخص کے سفر کو مخفی اور پوشیدہ رکھنے میں اس قدر اہتمام کیوں کیا گیا؟ اس نے نمائندگان جرائد کے سوالات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اپنا چہرہ کیوں ڈھانپ لیا؟ غرض کہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ انگلستان میں بھی کرنل لارنس کے اعمال مدتوں بحث و نظر کا مرکز بنے رہے۔ اور اس کی نئی سرگرمیوں کے متعلق طویل مضامین لکھے جاتے رہے +

فقتہ افغانستان اور لارنس | یہ کہنا مشکل ہے کہ افغانستان کی بغاوت کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے۔ لیکن فرانس، امریکہ اور جرمنی کے بعض جرائد نے

لہ اس نے ایک ولایتی اخبار کے نمائندے کے اصرار پر کہا تھا کہ میرا نام استہ ہے اور میں لارنس کو جانتا بھی نہیں +

لہ کلکتہ کے مشہور اخبار "برٹش اپنی اشاعت مورخہ ۲۱ جون ۱۹۲۹ء میں اپنے ایک نامہ نگار کا اہم مکتوب شائع کیا تھا۔ جو برلن کے ایک کثیر الاشاعت جریدہ کے بیان پر مشتمل تھا۔ اس بیان کی حسب ذیل سطور خاص طور پر قابل غور ہیں :-

اب تک انگلستان اس بات سے انکار کرتا رہا ہے کہ کرنل لارنس کی مشہور روایت اس شخصیت کا بغاوت افغانستان سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن جب ہی یہ خبر شائع ہوئی کہ اس مشہور و معروف انگریزی ایجنٹ نے ہندوستان کے محکمہ پروان میں ایک معمولی سپاہی (لاحظہ صفحہ ۹۲)

دینی زبان سے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ لارنس اس فتنہ کا مبدع تھا۔ اور وہ اُنک جس نے جلال آباد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ لارنس یا اسی قسم کے کسی فتنہ پرور شخص کی لگائی ہوئی تھی۔

اس شبہ کو سب سے زیادہ اس حقیقت سے تقویت ہوتی ہے۔ کہ بغاوت عرب اور شورش افغانستان کے خال و خط بہت متشابہ و متماثل واقع ہوئے ہیں جس طرح عربستان میں ترکوں کے الحاد و ذندقہ کی داستانوں کو شہرت دی گئی۔ اسی طرح افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کے تفریح اور بے دینی کے افسانوں سے عوام کے جذبہ حیت دینی کو برا نگینہ کیا گیا۔ اور علما و مشائخ نے بالاتفاق اُن کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا۔

(بقیہ حاشیہ) کی حیثیت میں "شاہ" کے نام سے ملازمت حاصل کر لی ہے۔ باہر حلقوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ کیسی خاص مقصد کی تکمیل کرنا چاہا ہے۔ اب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کرنل لارنس جو صحابیہ غلیم کے دور ان میں عربستان کے اندر برطانیہ کی غلیم القدر خداست انجام دے چکا ہے۔ کرم شاہ کے نام سے ایک عرب ملازمین کشمور کے علاقہ میں رہا ہے۔ وہاں اس نے اپنے آپ کو صاحب کشف و کرامات اور خدا ربہ بزرگ ظاہر کیا۔ اور افغان قبائل کو یہ کہہ کر شاہ امان اللہ خاں کے خلاف برا نگینہ کیا کہ شاہ موصوف نے اسلام کی آبرو دکھودی۔ اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی۔ جو لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سزا دیگا (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۳)

بناوات عرب کے ذکر میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بڑے بڑے املا و شیوخ  
 جنہیں ترکوں کے عہد حکومت میں فاص رسوخ حاصل تھا۔ بناوات میں شریک  
 تھے۔ بعض نے علانیہ سرکشی کی۔ اور جن سے یہ نہ ہو سکا۔ وہ خفیہ طور پر باغیوں  
 کی امداد کرتے رہے۔ شورش افغانستان کے زمانہ میں بھی یہی ہوا۔ محمدولی خاں  
 دکیل اسطنت جو شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں سب سے زیادہ بااثر شخص  
 تھا۔ باغیوں کی اعانت میں سب سے پیش پیش تھا۔ محمود سامی جو کابل کی فوج کا  
 انسر اعلیٰ تھا۔ بچہ ستھ کی حمایت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے  
 بلند مرتبہ لوگ کسی خارجی اثر کے بغیر اپنے آقا و ولی نعمت سے غداری نہیں  
 کر سکتے تھے۔ اب رہا غازی امان اللہ کا اتحاد و نہاد قہ سے بناوات کی علت اعلیٰ

(بقیہ شاہیہ) افغانستان کے شریف گھرانوں کی جو ۱۶ لڑکیاں بغرض حصول  
 تعلیم ترکی بھیجی گئی تھیں۔ وہ کرنل لارنس کے دیا سے وہ غیر میں روک  
 لی گئیں۔ اور انکا فوٹو لیا گیا۔ بعد میں اس فوٹو سے ایسی مصنوعی تصاویر  
 تیار کی گئیں۔ جن میں ان لڑکیوں کو اس حالت میں دکھایا گیا تھا کہ  
 وہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی ہیں۔ اسی طرح ملکہ ثریا  
 کی مصنوعی تصاویر تیار کی گئی تھیں۔ جن میں دکھایا گیا تھا کہ غیر محرم اشخاص  
 ان کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے ہیں۔ یہ تصاویریں ہزاروں  
 کی تعداد میں افغانستان کے ان علاقوں میں جہاں کی آبادی بالکل جاہل  
 ہے۔ اس غرض سے تقسیم کی گئیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اعلیٰ حضرت اور  
 ان کی ملکہ نے اسلام ترک کر دیا۔



قرار دیا جاتا ہے۔ تقصیر سے کام لیا جائے۔ تو بھی ایک دور از کار افسانہ نکلے گا۔ اگر شاہ امان اللہ کے الحاد کی دلیل اُن کا مغربی لباس ہو سکتا ہے۔ اور اسے بغاوت کی علت قرار دیا جاسکتا ہے۔ تو افغانستان میں اُسی دن بغاوت برپا ہو جاتی جس دن امیر حبیب اللہ خان مرحوم کے خاندان کے اکثر افراد نے افرنجی لباس اختیار کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے افغانستان کے حالات کا معائنہ بوقت نظر کیا ہے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کے عہد حکومت کے صحیح واقعات سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ امیر شہید کے زمانہ میں افغانوں کی نگاہیں مغربی لباس دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جو انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیتی +

کہا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خان کی نگاہوں کو مغربی جاہ و جلال نے خیرہ کر دیا۔ اور وہ سرزمین فرنگ سے عبودیت فکر کی متاع لے کر واپس لوٹے۔ لیکن اس بیان میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔ سیاست فرنگ کے زمانہ میں جب انہیں جمعیت الاقوام میں دعوت شرکت دی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم مشرقی اقوام کے لئے ایک علیحدہ جمعیت کا قیام چاہتا ہوں۔ مشرق و مغرب کی روایات اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں۔ اور اُن کے مقاصد میں اتنا بُعد ہے کہ وہ ایک مجلس میں پہلو پہلو بیٹھ نہیں سکتے۔ جس شخص کو اپنی مشرقیت کا اتنا پاس ہو۔ آس پر مغرب پرستی کا الزام لگنا ماصریح ظالم نہیں تو اُذر کیا ہے؟

لاول ہانس | لائسن کا سوانح نگار لاول ہانس جو دت تک آس کے ساتھ عرب میں رہا ہے۔ رشتواریوں کی بغاوت سے کچھ عرصہ پہلے افغانستان کی سیاست

کر چکا تھا۔ لاول ٹامس کی سیاحت کے واقعات جب اخباروں میں شائع ہوئے تو لوگوں نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ لاول کا یہ سفر لارنس کی سرگرمیوں سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے +

لیکن لاول ٹامس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا سفر بالکل غیر سیاسی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ عرب میں بھی اس لئے گیا تھا۔ تاکہ بغاوت کے سربراہ اور وہ رہنماؤں اور اہم مقامات کی تصویریں حاصل کرے۔ اور افغانستان کی سیاحت کا بھی یہی مقصد تھا کہ اس ملک کے صحیح حالات سے اہل مغرب کو روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ اُس نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو اُس کے واقعات سفر اور افغانستان کے طرز حکومت اور معاشرت پر مشتمل ہے +

بہر حال یہ امر قرین قیاس ہے کہ فتنہ افغانستان کسی حد تک خارجی اثرات کا رہیں وقت تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اُس سے کرنل لارنس کا واقعی کوئی تعلق تھا۔ اس باب میں جب قدر قیاس آرائیاں کی گئی ہیں تسامح سے بری نہیں۔ اور اس نوع کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں جس کی بنا پر لارنس کو بغاوت افغانستان کا ذمہ دار قرار دیا جاسکے +

ایسے واقعات عوام کے ذوق افسانہ پراندہ کے لئے ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لارنس کے اعمال کے متعلق اخبارات میں متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں واقعت سے زیادہ افسانہ کا عنصر تھا۔ ان مضامین کی تردید میں سول ایڈیٹر کی گزارش اور دوسرے جرائد نے جو مضامین لکھے۔ وہ بھی کم مضحکہ خیز نہیں تھے۔ چنانچہ سول نے کرنل لارنس اور کرم شاہ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

پیر کرم شاہ کا قد لائس سے بارہ انچ لمبا ہے۔ لائس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ سول کی روایت کے مطابق پیر کرم شاہ کا قد چھ فٹ ساڑھے پانچ انچ ٹھہرا +

جنوری ۱۹۲۹ء میں اخبارات نے ایک شخص ڈاکٹر بیولاک نام کا طویل بیان شائع کیا جس کا لخص یہ تھا۔ کہ افغانستان کے قبائل کو دو شخص براہ کھنڈ کر رہے ہیں۔ ان میں ایک روس کا مشہور جاسوس ٹریشنگن ہے۔ اور دوسرا کرنل لائس۔ لائس نومبر کے تیسرے ہفتے میں کابل پہنچا اور شاہ امان اللہ خاں اور وزیر جنگ سے ملاقات کر کے غائب ہو گیا +

بیولاک کے بیان کی طرح اوہ بھی اکثر بیانات اخباروں میں شائع ہوئے جن میں سے اکثر سچے مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال فتنہ افغانستان سے لائس کا تعلق ہو یا نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ شہزادیوں کا فتنہ حکومت سے دب نہ سکا۔ بغاوت سارے ملک میں پھیل گئی۔ شاہ امان اللہ خاں قندھار چلے گئے۔ پوچھا جو ایک معمولی رہزن تھا۔ تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ کابل پر تصرف ہو گیا۔ اور شاہی فوجیں منہ مکتی رہ گئیں۔ زمانہ نے وہاں قی بھی آٹا۔ کہ شاہ امان اللہ نے دل برداشتہ یورپ کا غم کیا۔ پھر ستھائی قوت کو زوال ہوا اور آخر کار جنرل نور خاں اور شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھ گئے + اور لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ لائس کے موجودہ مشاغل لائس؟ کھل کہاں ہے؟ ایک بیان ہے کہ وہ پھر صحرا سے عرب میں داخل ہو گیا ہے بعض لوگ فلسطین کے اضطراب اور تحریک لہ رسول اینڈ ملٹری گزٹ بابت ۱۲ جنوری ۱۹۳۰ء +

سیونیان سے بھی اس کا تعلق بتاتے ہیں۔ ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ترکی کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ترک حکام نے اسے روک دیا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اطلاع ہے کہ لارنس کو ترک حکام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن ان اطلاعات میں کوئی جی قابل یقین دو شک نہیں اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ لارنس کہاں ہے۔ اور اس نے آجکل کس ملک کو اپنی جولا کھا بنا رکھا ہے +



لے لاول ٹامس کا بیان ہے کہ میجر مارشل لارنس کے ہر راز سے باخبر تھا۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو لارنس ہتھیار سے اپنے مشاغل سے مطلع کرتا رہتا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ وہ فوت ہو گیا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ اور دنیا لارنس کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس خبر سے بھی محروم ہو گئی۔

## سترھواں باب

### لائس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر

لائس اپنی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کوئی باوقار شخص نہیں۔ اور  
 یہی وجہ ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اُس کے خصائص سیرت کے متعلق کوئی صحیح اندازہ  
 نہیں کر سکتے۔ اُس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ اُس کے گورے رنگ  
 سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس نے اپنی عمر کا ایک حصہ عرب جیسے ملک میں جہاں نشہ  
 کی گرمی پڑتی ہے بسر کیا ہے۔ اُس کی آنکھیں نیلی ہیں۔ جو ہم حرکت کرتی ہوتی  
 ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ٹانگیں جسم کے بالائی حصہ کے مقابلہ میں چھوٹی  
 اور حقیر نظر آتی ہیں۔ اُس کا سر بہت بڑا ہے۔ وہ عام طور پر ہاتھ سینہ کے نیچے باندھ  
 لیتا ہے۔ اور سر جھکا کر چلتا ہے۔ غرض کہ وہ جاہست ظاہری کے اس فقدان نے اُس  
 کی حقیقی عظمت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح نہیں جانتے۔ اُسکی  
 وضع قطع سے ہمیشہ اُس کے متعلق غلط عقیدہ قائم کر لیتے ہیں۔ امریکہ کے ایک جید  
 نگاہ نے ایک مرتبہ اُس کے متعلق لکھا کہ لائس اپنے پتھر سے سر کیسیا کی ایک نازنین  
 رفاقت سے معلوم ہوتا ہے۔

ناولات | اولی تو لارنس کی صورت اُس کی سیرت کی پردہ دار واقع ہوئی ہے۔ اور پھر

وہ ہمیشہ یہی سعی کرتا ہے کہ اُس کا وجود دنیا کے لئے ایک معنی بنارہے۔ وہ اپنے آپ پر ایک نیم دہوشی کی سی کیفیت طاری کر لیتا ہے۔ اُس کی ہر ادا سے حماقت مترشح ہوتی ہے۔ اور دیکھنے والے اُسے ایک سادہ لوح شخص سمجھ لیتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کی ذکاوت طبع کے واقعات کتابوں میں پڑھے ہیں۔

اُس سے ملتے ہیں۔ تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ لارنس جس نے عرب کے سرکش قبائل کو رام کر لیا تھا۔ اس خاموش اور سادہ لوح انسان سے بالکل مختلف ہے۔ لوگوں کو اپنے متعلق ایک غلط خیال میں مبتلا کر دینا اُس کے مخصوص مشاغل کے لئے نہایت مفید ہے لیکن جب وہ چاہتا ہے۔ عوام کو اپنی شخصیت سے مرعوب کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ وارفتگی اور بے خودی کا نقاب اُلٹ دیتا ہے۔ اور وہ لوگ جو چند لمحہ پیشتر اُسے ایک ناقابل التفات انسان سمجھتے ہوئے تھے۔ یک بیک مسحور ہو جاتے ہیں +

لارنس کا ایک وصف خاص اُس کی کم گوئی ہے۔ وہ اکثر خاموش رہتا ہے اور جب بولتا ہے تو مختصر جملوں میں اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے۔ اُس کے لبوں پر ہمیشہ ایک خفیف سی مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے۔ بعض اوقات خندہ دندان نما کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُسے بہت کم قہقہہ ادا کر سکتے دکھا گیا ہے + وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر بالکل دُشرباؤ نہیں کرتا۔ کھانے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں اُس کی غذا نہایت مختصر اور سادہ ہے عام طور پر صرف روٹی اور کھن پر زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ شراب پر سادہ پانی کو ترجیح

دیتا ہے۔ رابرٹ گریوز کا بیان ہے کہ لارنس ایک مرتبہ مجھ سے ملنے آیا میں نے اُسے ماشنہ میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ بن میں مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے چار شہزادہ سے شہزادہ بک کھانا نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں اُس نے صرف تھوڑی سی مٹھائی اور ایک نارنگی کھائی تھی۔ اور چائے کا ایک پیالہ پیا تھا۔

سونے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ اُسی رات کے بعد اُس پر غنودگی سی طاری ہوتی ہے۔ اور بہت دیر تک نیم بیداری کے عالم میں بڑا رہنے کے پیرہہ کہیں سوتا ہے۔ وہ جلموں اور سیلوں میں شرکت کا خوگر نہیں اور عموماً اپنا دائرہ ملاقات وسیع کرنے سے متنبہ رہتا ہے۔ اُس کے پاس سیکڑوں خط و آتے ہیں لیکن ان میں سے بہت کم قابل التفات سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ مددِ حبِ نفس و کمال ہے۔ تو وہ اُس سے ضرور ملاقات کر کے استفادہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

محب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ اس طرح اُس کے پرانے دوست بھی بعض اوقات اُسے نہیں پہچان سکتے۔ اُسی طرح وہ بھی اُنہیں نہیں پہچانتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس کے قلب میں کسی شخص کے لئے محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ عورتوں سے اُسے کوئی اُنس نہیں۔ اور اگر چہ انکھٹان کی حسین ترین لڑکیوں کی یہ تمنا ہے کہ اُنہیں لارنس کی رشتہ ریاات بننا نصیب ہو جائے۔ لیکن لارنس جس لطیف میں کوئی کشش محسوس نہیں کرتا۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح جانتے

ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ اپنی وارستہ مزاجی کی بدولت ازدواجی زندگی کے فرائض سے عمدہ برہنہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

غرض کہ لانس کے صرف وہ اعمال ہی حیرت انگیز نہیں جن سے تاریخ کے اولیٰق مہربانک ہیں۔ بلکہ اس کے ذاتی حالات۔ عادات و خصائل بھی ایک بدہنسیات کے لئے مستقل غور و فکر کا سامان بہم پہنچا دیتے ہیں۔

علیٰ استعداد | ہم اس کتاب کے آغاز میں لانس کی علمی استعداد کا ذکر چکے ہیں۔

اس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ اور قرون وسطیٰ کے مسیحی مجاہدین کے کارناموں کے علاوہ ٹیڈا حاضر کے بڑے بڑے کارآمد مودہ جرنیلوں کے حالات بھی اس کے دائرہ علم و نظر سے باہر نہیں لیکن وہ بڑے بڑے کشور کشاؤں سے بھی کوئی خاص عقیدت نہیں رکھتا۔ عوام کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ بعض لوگوں کو ان کی جلالت، قدر، عظمت اور غیر معمولی شہرت کی بنا پر فوق الفطرۃ انسان سمجھ لیتے ہیں لیکن لانس کی کیفیت نہیں یوں کہنا چاہئے کہ وہ شخصیت کے ثبوت کی پرستش نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے کارناموں نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو اس سے اپنا مہبود سمجھتا ہے۔ اور اس سے اسی نوع کی والہانہ عقیدت رکھتا ہے۔

لانس شاعر بھی ہے۔ فلسفی بھی اور مورخ بھی۔ وہ کئی زبانوں میں مہارت رکھتا ہے۔ اور فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی، جرمن نہایت معنائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ ہالینڈ اور ناروے کی زبانوں میں بھی اسے درخور ہے۔ اور کسی قدر اردو بھی بول سکتا ہے۔

لانس مصنف کی حیثیت میں لانس کو دنیا ایک مصنف کی حیثیت سے بھی جانتی ہے۔



اُس نے دو کتابیں لکھی ہیں "سیون پلرز آف وزڈم" اور "ریولٹ ان دی ڈورٹ" یہ دونوں اُس کے مشاہدات اور بیانات عرب کے حالات پر مشتمل ہیں "سیون پلرز آف وزڈم" کے دس حصے ہیں۔ اُس نے فروری ۱۹۱۹ء میں اسے بمقام پیرس لکھنا شروع کیا۔ اور جون تک سات حصے لکھ ڈالے۔ اُس کی تمہید کا آغاز اُس نے تھامز کے فضائی سفر کے دوران میں کیا تھا۔ لندن میں اُس نے اس کا آٹھواں حصہ لکھا۔ لیکن دسمبر ۱۹۱۹ء میں کسی نے کتاب کا مسودہ چھاپا۔ چور کا کوئی سراغ نہیں مل سکا لیکن اُس کے دوستوں کا خیال ہے کہ اس چوری میں سیاسی اغراض پناہاں تھیں +

جب اُس نے دوبارہ کتاب لکھنا شروع کی۔ تو اکثر یادداشتیں تلف ہو چکی تھیں۔ حافضہ کہاں تک کام دیتا لیکن کرنل ڈافنی جس نے دونوں مسودے دیئے ہیں۔ لکھتا ہے کہ ایک باب تو ایسا ہے جو حرف بحرف مسودے سے ملتا ہے۔ لارنس نے پوری کتاب تین ماہ میں لکھ ڈالی۔ لیکن عرصہ تک اسکی اصلاح اور کانٹ چھانٹ ہوتی رہی۔ اور اس طرح یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں مکمل ہوئی کتاب میں جا بجا ترمیم پر چلے گئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات نہایت خوش ہیں۔ اس کی تحریر میں انگلستان کے بعض مشہور دانشوراؤں کی اعانت بھی شریک تھی۔ کتاب میں تصاویر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے لیکن اس کی صرف ایک سو جلدیں چھپوائی گئیں۔ جن پر تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے۔ اور لارنس کو دس ہزار پونڈ کا خزانہ اٹھانا پڑا +

یہ کتاب کیا ہے۔ اور میری نظر سے نہیں گزری تھی اسکے متعلق رابرٹ گریو کی کتاب "لارنس اینڈ ہی اریس" سے کس قدر معلومات حاصل ہوئی ہیں لیکن ریولٹ ان دی ڈورٹ کتب فروشوں کے اعلیٰ ملحق ہو

”ریپورٹ ان دی ڈزرت“ میں بغاوت عرب کے حالات نہایت سادہ زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں اور یوں کے رسم و رواج اور اسلامی ممالک کے جزائریاتی حالات کی نسبت لارنس کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ یہ کتاب زیادہ کامیاب ہوئی +

مذہبی عقاید | لارنس کے مذہبی عقاید کے متعلق بھی عجیب و غریب آراء ظاہر کی جا رہی ہیں کسی زمانہ میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے عربوں میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اپنے مسیحی عقائد کا اخفای مناسبت سمجھا ہو۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ نیپولین نے بھی ایک موقع پر اسلام اور پیغمبر اسلام سے اپنی عقیدت ظاہر کی تھی۔ لیکن موزین کا بیان ہے کہ اُس کا یہ فعل بعض سیاسی مصالح پر مبنی تھا۔ لارنس کی اسلام دوستی بھی تقریباً یہی حیثیت رکھتی ہے +

لارنس اسلامی تعلیمات سے باخبر ہے لیکن اُس کا علم نہایت سطحی واقع ہوا ہے اُس کا بیان ہے کہ اسلام کا خدا ستر اسیر بیکر قہر و جلال ہے۔ چنانچہ جب اُس نے ایک مرتبہ ایک عرب کو خدا کے حمد و کرم اور اذیت و محبت کا ذکر کرتے سنا تو اُسے بے حد تعجب ہوا۔ اُسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ مسلمانوں کے ذہن میں خدا کی وہی صفات ہیں جن کا تعلق اُس کے قہر و جلال سے ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اسی غلط عقیدہ کے باعث اُس نے اسلام قبول کیا ہو کیونکہ ہر سچی کا عقیدہ ہے کہ ”خدا محبت ہے“ لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ لارنس کوئی پابند مذہب مسیحی ہے۔ وہ اس دور

لارنس نے ”ریپورٹ ان دی ڈزرت“ میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے +

کے عالم مسیحیوں کی مانند ہے جن کے عقائد پر الحاد غالب آچکا ہے +

لارنس کو عربوں کی تاریخ عروج و زوال سے بھی واقفیت ہے کیونکہ جب اُس نے صحرائے عرب کے مختلف قبائل کو ہتھیار کے ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا۔ تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ کہ عربوں کو اسلاف کے کارنامے سن کر فخرت دلائی جائے۔ اور کہا جائے کہ جو قوم اُن پر حکومت کر رہی ہے۔ وہ اُن پر کسی حیثیت سے تفوق اور برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اُس نے عربوں سے کہا۔ کہ اے فرزند ابن اسمعیل تم میں نبی عربی صلعم پیدا ہوئے۔ تم قرآن کے مخاطب اولین ہو۔ تم نے مشرق و مغرب کے ظلمتکدوں میں شمع علم روشن کی۔ تم نے یونانیوں۔ ایرانیوں۔ اور مصریوں کے مژدہ علوم کو زندہ کیا۔ کیا تمہاری غیرت گوارا کرتی ہے۔ کہ ملحد ترکوں کے حلقہ بگوش رہو؟

مفاخرت عرب کا امتیازی وصف ہے۔ اگرچہ اسلام نے جاہلیت کے انداز تفاخر کو مٹا دیا لیکن مفاخرت تملعی طور پر نہ مٹ سکی۔ آج بھی عرب جب فخریہ قصاید پڑھتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تلواروں کی بجلیاں کو نہ رہی ہیں۔

لارنس عربوں کی اس خصوصیت سے آگاہ تھا۔ اس لئے اُس نے اس جذبہ مفاخرت سے فائدہ اٹھانے کی پوری سعی کی۔ اور اُن کے مذہبی اور نسلی فخر و آقا کو حرکت میں لا کر اس بنیاد میں جسے جاہل حریت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ شریک ہونے پر آمادہ کر دیا۔ عودہ ابن ابوطائی ایک صاحب ادب و دانش تھا۔ جسے لارنس سے بیحد انس تھا۔ اس انس کی وجہ یہ تھی کہ لارنس کی گفتگو ہمیشہ اس کے مذاق کے مطابق تھی۔ لہذا وہ اس نے اپنی کتاب میں جا بجا لارنس کی ان سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے +

ہوتی تھی +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس عربوں کے خصائص و عادات اور رسوم سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اُس کی یہی خصوصیت عربوں کی شیفتگی اور گرویدگی کا باعث ہوئی وہ عربی نہایت صفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ اور اگرچہ اُس کی زبان جس حجازیوں کی سنی فصاحت تو نہیں۔ لیکن کم از کم مخاطب اُس کی باتیں سن کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شامی عرب ہے۔ فیصل نے اُسے اپنے رفقا کے ساتھ ایک شامی عرب کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ زبان بہتیرے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ اگر اُسے عربی بولنے پر پوری قدرت نہ ہوتی۔ تو عربوں پر اُس کا فریخی الاصل ہونا فوراً ظاہر ہو جاتا +

لارنس بغاوت عرب کے زمانہ میں عربی لباس پہنتا رہا۔ لاول ٹامس نے اُسے پہلی مرتبہ جب عبا اور عقال پہنے ہوئے دیکھا۔ تو اُس نے اسے کوئی عرب ٹمراؤ سمجھا۔ جنگ عمومی کے خاتمہ کے بعد جب فیصل انگلستان آیا۔ اور ملک معظم نے اُسے قصر مکنگہم میں شرف باریابی بخشا تو لارنس عربی لباس پہنے اُس کے ہمراہ تھا۔ انگلستان کا ایک مقتدر رہبر لارنس کو اس لباس میں دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ اور کہا کہ کرنل لارنس تمہیں یہاں اس غیر ملکی لباس میں نہیں آنا چاہئے۔ لارنس نے جواب میں کہا۔ جناب جب ایک شخص کے دوا کا ہوں۔ اور اُسے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کرنا پڑے۔ تو اُسے چاہئے کہ اپنے اُس آقا کو ناراض کرے جو زیادہ طاقتور ملہ لاول ٹامس جس نے لارنس کے حالات پر سب سے پہلے ایک کتاب لکھی۔ بغاوت کے زمانہ میں عربستان میں رہ کر متحرک و فاعل رہا۔

ہو۔ میں یہاں اپنے آقا امیر فیصل کے ترجمان کی حیثیت سے آیا ہوں۔ اس لئے  
میں نے اُس کی فوجی وردی پہن رکھی ہے +  
ذہانت | لارنس نہایت ذہین اور طباع شخص ہے۔ اور اُس کا حافظہ نہایت  
قوی ہے۔ جس زمانہ میں وہ قاہرہ میں تھا۔ ایک مرتبہ اُس کے اعلیٰ افسر نے  
اُس سے پوچھا کہ ترکوں کا اکتالیسواں ڈویژن کہاں ہے۔ لارنس نے جواب  
دیا کہ حلب کے قریب فلاں مقام پر۔ افسر نے پوچھا کیا تم نے اس کے متعلق  
یادداشت رکھ لی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ افسر نے درشت لہجہ میں پوچھا  
کیوں؟ لارنس نے کہا یہ تمام تفصیل میرے ذہن میں محفوظ ہیں +

بغاوت عرب کی ساری تاریخ لارنس کی غیر معمولی ذہانت کے واقعات  
سے ملو ہے۔ جب وہ عربستان میں پہلے پہل وارد ہوا۔ تو اُسے بتایا گیا تھا  
کہ عبداللہ کی بدولت بغاوت بڑے کار آئی ہے۔ اور اُس میں یہ صلاحیت ہے کہ  
وہ ترکوں کو اس ملک سے نکال دے۔ لیکن اُس نے شریف کے چاروں بیٹوں  
سے یکے بعد دیگرے ملاقات کرنے کے بعد بغاوت کی قیادت کے لئے فیصل کو منتخب  
کیا۔ واقعات شاہد ہیں کہ اُس کا یہ انتخاب صحیح تھا۔ اور فیصل واقعی سیاست فہمی  
اور بہیر دانی میں اپنے تمام بھائیوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسی طرح جنگ سے قبل  
ہی اُس نے اُتھار و قرآن کی بنیاد پر یہ رائے قائم کر لی تھی۔ کہ منقریب ایک عالمگیر جنگ  
چھڑنے والی ہے +

علی حسین کے بعد شاہ جازینا، عبداللہ شرق اردن کا امیر تسلیم کیا گیا۔ اور انگریزوں نے ٹپلی کو  
امیر مشرق وسطیٰ فیصل شام کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور یہ لئے اپنے آپ کی رفاقت اختیار کی +



ہے۔ اور اس فن کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُس کی نگاہ سے مخفی رہ گیا ہو۔ مزید برآں عرب قبائل کی جنگ کا طریقہ فرالا ہے۔ اُن سے لارنس ہی کام لے سکتا تھا۔ شاید دورِ حاضر کا کوئی بڑے سے بڑا جنرل بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ صحرائے عرب میں لارنس کے ساتھ پیکار آزما ہو سکے۔ اس عہد میں مارشل فوش کو بہت بڑا ماہر فن حرب کہا جاتا ہے۔ جنگ عمومی کے بعد جب لارنس بوڑھے سپر سالار سے پیرس میں ملا، تو اُس نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ شام میں عنقریب فرانسیسوں اور عربوں کے درمیان ہنگامہ کارزا گرم ہونے والا ہے۔ کیا تم عرب عساکر کی قیادت کرو گے؟ لارنس نے جواب دیا کہ اگر آپ بغض نفیس فرانسیسی فوجوں کی کمان کریں تو میں بھی عربوں کی قیادت کر کے اس معرکہ سے لطف اندوز ہوں گا۔ مارشل فوش نے کہا۔ میں تم سے مقابلہ کر کے اپنی اُس شہرت پر پانی نہیں بھیرنا چاہتا۔ جو میں نے مغربی محاذ جنگ کے محروکوں میں حاصل کی ہے۔

ایک کامیاب جرنیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ غنیم کی نقل و حرکت سے پوری آگاہی رکھتا ہو۔ اس معاملہ میں کوئی قابل سے قابل جرنیل بھی لارنس کا حریف نہیں ہو سکتا۔ جب وہ مصر میں تھا تو اُس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ ترک عساکر کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ اُسے معلوم ہوتا کہ فلاں ڈویژن فلاں مقام پر ہے اور فلاں ڈویژن فلاں مقام پر۔ اور تو اور چھوٹے چھوٹے دستوں کی نقل و حرکت کے متعلق وہ معلومات فراہم کر لیتا تھا۔ اور کوئی جزئی سے جزئی واقعہ ایسا نہیں تھا۔ جو اُس کے دائرہ نظر سے باہر نہ گیا ہو۔ ایک مرتبہ قاہرہ میں دو جرنیل ترک عساکر کی نقل و حرکت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا فلاں ڈویژن فلاں

مقام پر پہنچ گیا ہو گا۔ لارنس پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا۔ نہیں صاحب یہ قطعاً غلط ہے۔ راستے خراب ہیں۔ ذرا لمبے رسل و رسا کی محدود اس ڈویژن کا جرنیل نہایت حسرت اور کایا انسان ہے۔

ترک فوج کے متعلق جو اس نے یادداشتیں مرتب کیں۔ وہ بامیت کے اعتبار سے اپنی فطرت آپ میں۔ مثلاً اگر وہ کسی ترک و سنہ کے متعلق یادداشت سپر قلم کرتا تھا۔ تو اس کے افسر کے ذاتی حالات تک ضبط تحریر میں لے آتا تھا۔ اس کی یادداشت کا انداز یہ ہوتا تھا۔

جنرل عبدالمحمود ڈویژن نمبر — کا کمانڈنگ افسر لاء البانی ہے۔ اُسے تپ دق کا مرض ہے۔ نہایت قابل افسر ہے۔ توپ اور ہندو کی لڑائی میں اُسے مہارت حاصل ہے۔ لیکن انسانی حالت نہایت پست ہے۔ رشوت لینے میں اُسے کوئی دریغ نہیں ہے۔

دوسرے افسر۔ ان یادداشتوں کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن درحقیقت ان سے انگریزوں کو بہت مدد ملی۔ اور انہوں نے اس قسم کے تمام ترک افسروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ بلا لیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر لارنس نہ ہوتا۔ تو بغاوت عرب کبھی کامیاب نہ ہوتی اور آج مشرق کا نقشہ بالکل مختلف نظر آتا۔ جنگ عظیم میں انگریزوں کی کامیابی کے دو بڑے اسباب تھے۔ مغرب میں، ہمیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی اعانت کے باعث کامیابی ہوئی اور مشرق میں آن کی فتح کار از بغاوت عرب میں مندرجہ ذیل کمپا ہیٹ کے مشرق میں اتحادیوں نے تنہا لارنس کی بدولت ترکوں کے ممالک



محروسہ پر قبضہ کر لیا +

یہ کہنا مشکل ہے کہ لارنس کو بناوٹ عرب میں حقہ لینے اور ترکوں کو عربوں کے خلاف برا نگینہ کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔ لارنس سے پہلے داتس نام ایک جرمن جاسوس نے جنوبی ایران کے قبائل کو حکومت ایران کے خلاف برا نگینہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ ایران میں انگریزوں کے اقتدار کو شکست دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ لارنس نے داتس کے نقشِ قائم پر چلنے کی کوشش کی ہو +

لارنس نہایت مخفی اور جفاکش شخص ہے۔ صحرائے عرب میں جہاں منزلوں ریت کے تو دوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور بادِ موسوم کے جھونکے دو قائم چلنا بھی ناممکن کر دیتے ہیں۔ بناوٹ کو کامیاب بنانا لارنس کا ہی کام تھا۔ عقبہ پر حملہ کرنے سے پیشتر وہ کئی دن تک جلتی ریت پر ننگے پاؤں دوڑتا رہا۔ عقبہ کے طویل سفر میں عودہ ابن ابی طائی جیسے جفاکش لوگ جو صحرائی آب و ہوا کے عادی تھے یہ منہل دکھائی دیتے تھے۔ لیکن لارنس اسی طرح چاق و چوبند تھا +

شجاعت لارنس کی شجاعت۔ بے خوفی اور مردانگی کے متعلق کئی حکایتیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ قبیلہ نفیس کے چند شہسواروں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس وقت لارنس کے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ لارنس نے انہیں آتے دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ حملہ آوروں کو اُس کے اطمینانِ خاطر نے متحیر کر دیا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ اس کے ہمراہ کوئی بہت بڑی جمیت ہے۔ وہ ابھی اسی تہتر میں تھے کہ لارنس موقع پا کر نکل گیا +

لارنس کے خباثت سیرت میں اس کا ذوق تحزیب و ہلاکت بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تسخیرِ عقبہ کے بعد اس کی زندگی یک ہیک بیہنگامہ خیر بن جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کو ہلاکت کی دعوت عام دیتا نظر آتا ہے۔ شام کی صبح میں اس نے ترک خورتوں اور بچوں کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کے سفاکانہ اعمال کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کائنات کی ساری درندگی ایک وجود میں جمیع ہو گئی ہے۔ اور دنیا کی تمام سبلی قوتوں نے ایک انسانی پیکر میں پناہ لے لی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا تھا:-

”میرے نزدیک وہ منظر نہایت پراثر اور دلاویز تھا۔ جبکہ ایک

سجڑے بی جو ترک سپاہیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ڈائنامیٹ کے زور سے

بالائے ہوا جانی پھٹی“

لیکن بعض اوقات ابنائے جنس کے مصائب پر اس کا دل کھل جاتا ہے شام میں فرانسیسی وحشیوں نے جو مظالم برپا کئے۔ ان کی روئدادیں کرلارنس کو بیکار قلق ہوا۔ انہیں دونوں فرانس کے ایک کتب فروش نے اسے لکھا کہ میں آپ کی کتاب ”ریلوے لٹ ان دشی ڈزرت“ کا فرانسیسی ترجمہ شائع کرنا چاہتا ہوں۔ لارنس نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ کتاب کے صفحہ اول پر یہ الفاظ تحریر کئے جائیں۔ کہ اس کتاب سے جس قدر روپیہ حاصل ہو گا اس سے اُن شامیوں کی اعانت کی جائے گی جن پر فرانسیسیوں نے ستم توڑا ہے۔ \*  
 بن و فوں وہ وادی فرات میں ہو کر تھکے ساتھ تھا۔ ایک جرمن انجینئر نے کسی عرب مزدور کو روٹے سے پٹیا۔ لارنس کو معلوم ہوا تو اس نے جرمن انجینئر سے اس کٹ

کا سبب دریافت کیا۔ انجیر نے جواب دیا۔ آپ رہنے دیجئے۔ ان لوگوں سے اسی نوع کا سلوک مناسب ہے۔ لارنس نے کہا کہ یا تو اس مزدور سے معافی مانگ لو۔ ورنہ میں تمہیں اسی طرح کوڑے سے پیٹونگھا۔ پہلے تو جرم انجیر نے نہ مانا۔ لیکن لارنس کے تیور دیکھ کر غایت الامر اُس نے معافی مانگ لی +

اسی طرح اُس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک افسر وہ سپاہیوں کو سخت بھرت کہہ رہا ہے۔ وہ قریب پہنچ کر سننے لگا۔ افسر کہہ رہا تھا "احمقو۔ تم نہیں جانتے کہ میں مسیحیوں۔ تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔ اب اسی طرح میرے پاس سے گزرو اور مجھے سلام کرو۔ وہ اس حکم کی تعمیل کر کے رخصت ہونے لگے تھے۔ کہ افسر نے انہیں روک کر کہا "تم نے سلام کرنے میں غلطی کی ہے۔ پھر سلام کرو۔ انہوں نے پھر تعمیل کی۔ یہ دیکھ کر لارنس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اُس نے آگے بڑھ کر کہا "مجھ کو اٹھو تم ایک ضروری بات بھول گئے ہو؟

"بھرتا سے پہچانتا تو نہیں تھا۔ لیکن لارنس کے انداز کلام اور اُس کی وہ دہی سے اُس نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کوئی اعلیٰ افسر ہے۔ لارنس نے کہا "میں جو تم یہ بھول گئے۔ کہ جس افسر کو سلام کیا جاتا ہے۔ اسے بھی جواب میں سلام کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے تمہیں سلام کیا ہے۔ تم اب انہیں سلام کرو" افسر نے مجبوراً سلام کیا۔ لارنس نے پھر کہا "انہوں نے تمہیں دو مرتبہ سلام کیا ہے۔ تم بھی دو بارہ سلام کرو" یہ میرے حکم کی تعمیل کی اور دونوں سپاہی خوش ہو گئے +

لارنس کی خوش بسی اور زندہ ولی کے شعلہ بھی بہتر سے واقعات مشہور ہیں۔ جنہیں ہم نے بحرف طوالت قلم انداز کر دیا ہے +

باایں ہمہ لارنس شہرت کا جو یا نہیں سہست ۱۹۱۹ء میں جب انگلستان کے جوائے  
میں اس کے متعلق اکثر مضامین شائع ہوئے۔ تو تقریباً پچاس لاکھوں نے  
اس سے شادی کی تمنا ظاہر کی۔ اس واقعہ نے اسے زیادہ عزت پسند بنا دیا  
لارنس چاہتا تو وہ کوئی بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی  
خدمات کا کوئی صلہ نہیں لینا چاہتا اس کے کارناموں نے اس کے تادین  
کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کر دی ہے۔ جس میں برطانیہ کے بڑے  
بڑے اکابر و عہدہ شامل ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ یہ چاہا تھا کہ لارنس کو کسی  
مشرقی نوآبادی کا گورنر مقرر کر دیا جائے۔ لیکن لارنس کی بے نیازی اور استغنا  
کے پیش نظر انہیں یہ خیال ترک کر دینا پڑا۔

لارنس کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت جو اس کی اسلام  
دشمنی کے باوجود ہمیں اس کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی  
ایثار پرستی ہے۔ اس نے عربستان میں، برطانوی تسلط و اقتدار کی خاطر جو عظیم الفداء  
خدمات انجام دیں۔ ان میں نفسانی اغراض کا شائبہ تک نہ تھا۔ محاربہ عمومی کے  
بعد جب وہ شاہ جابر بن جم کے حضور میں پیش ہوا۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنے تمام تھے  
واپس کر دیئے کہ حکومت نے عربوں سے ایفائے عہد نہیں کیا۔ اس لئے میں  
مناسب نہیں سمجھتا کہ ان تمغوں کو اپنے پاس رکھوں +

ممکن ہے کہ عربوں سے جو عہدہ ہی کی گئی۔ اس نے لارنس کو اپنے اس  
نظم میں کہ وہ کوئی اعزاز قبول نہیں کرے گا۔ راسخ کر دیا ہو۔ لیکن اس اسادہ کی  
سب سے بڑی وجہ اس کا جذبہ ایثار ہے۔ اور اگر وہ کوئی اعزاز قبول کر لیتا۔ تو

آج اُس کا نام بھی انہیں لوگوں کی فہرست میں ہوتا جنہوں نے صلہ کی تمنا میں شہر  
اور عزت کی امید پر خدمات کیں۔ اور اگرچہ یہ تمنا پوری ہو گئی۔ لیکن انہیں کوئی  
حقیقی عظمت حاصل نہیں ہو سکی +

لارنس کا مقابلہ لارڈ کرزن سے کیجئے۔ جس کی سب سے بڑی خواہش  
یہ تھی کہ اُسے انگلستان کا وزیراعظم بنا دیا جائے۔ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور  
اس کا کامی نے اُس کی زندگی تلخ کر دی۔ لارڈ کرزن کی خدمات سے کسے  
انکار ہو سکتا ہے۔ اُس کا شمار برطانیہ کے اُن محسنوں میں ہے۔ جنہوں نے  
اپنی ساری عمر اپنے وطن کو سر بلند دیکھنے کی کوشش میں صرف کر دی۔ اور  
بظاہر لارنس کو جو برطانی فوج کا ایک معمولی کرنل ہے اُس سے کوئی نسبت نہیں  
ہو سکتی۔ لیکن سچ پوچھئے تو لارنس کی عظمت حقیقی عظمت ہے۔ لارڈ کرزن کی جلالت  
قدر، اُس کی عظمت کے سامنے سچ نظر آتی ہے +

آج لارنس تمام اعزازات سے قطع نظر کر کے دنیا کے کسی نامعلوم گوشہ میں  
اپنے ملک کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ لیکن سارا مغرب اُس کے کارناموں  
سے گونج رہا ہے۔ لارنس کے مداحوں کے زمرہ میں ہیں مسٹر لارڈ جارج۔ لارڈ  
کرزن آج بھی لارڈ ایلبی جیسے بلند پایہ مدبرین اور برٹارڈ شوٹا اور ٹامس ہارڈی  
مشہور ریتھلج عورت س گرنڈویل لارنس کی بجد متعرف ہے۔ اُس نے اپنے سفر ناموں میں  
لکھا ہے کہ لارنس کانٹوں کو چھو تا ہے تو وہ پھل بن جاتے ہیں +

مسٹر جارج برنارڈ شو سے لارنس کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ شاید انہیں تعلقات  
کی بنا پر وہ لارنس کے بجائے "شوٹا" کو ملانا پسند کرتا ہے +

جیسے ادباء و شعرا کے نام نظر آتے ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور مدبر کا بیان ہے کہ برطانوی مجلس وزارت میں جب شام فلسطین اور حجاز کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو لارڈ کرزن نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں لارنس کا تعارف کرایا۔ اور اُس کے کا ناموں کی بے حد مدح و ستائش کی جب تقریر ختم ہوئی تو اُس نے لارنس کی جانب رخ کر کے کہا ”کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“ لارنس نے صرف اس قدر کہا: ”آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ آپ نے ہمیں کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔“ لارنس نے بمثل یہ الفاظ کہے تھے کہ لارڈ کرزن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہ نکلا۔

غرض کہ لارنس کی سیرت کے اس دھندلے سے خاکہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ اُس میں گوناگوں صفات جمع ہیں۔ وہ ایک نکتہ رس شاعر بھی ہے۔ اور بالغ نظر فلسفی بھی۔ وہ ایک صائب الرائے مدبر بھی ہے۔ اور ایک شجاع جرنیل بھی۔ دیپننگیز اور ہلاکو کی طرح ہلاکت و خونریزی کا بھی دار و شید اس ہے۔ اور گلیڈ اسٹون کی طرح مہمات ملی کی کٹھیاں بھی سلجھا سکتا ہے۔ کبھی وہ وادی فرات میں ایک مٹے ہوئے تمدن کے آثار باقیہ کی تحقیق میں مصروف نظر آتا ہے۔ اور کبھی ایک عرب عورت کے لباس میں عمان کے استحكامات کا سائے کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کبھی اُسے عرب قبائل میں مصروف و غلط دیکھتے ہیں۔ اور کبھی حلد و چرم کی تدبیر سوچنے میں مشغول پاتے ہیں۔ اُس کے ان عجیب و غریب خصائص کا مطالعہ کر کے ایک اہل نظر نے کہا تھا:-

”میں انکار کرتا ہوں۔ کہ لارنس درحقیقت کوئی انسان ہے۔ لارنس

در اصل بر طاقہ کی خارجہ حکمت علی کا دوسرا نام ہے جس میں دانش  
مذہب اور علم و نظر کی جاویدیت کے ساتھ تحریر و ہلاکت جبر و تشدد  
اور قہر و جلال کی ہولناکی شامل ہے +

نہتم شد



## پراسرار ناول

ہم کا نسخہ مترجمہ قاضی محمد عدیل صاحب عباسی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (علیگ سائنس) ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور اس ناول میں جنگ یورپ کی سیاسیات، حسب الوطنی اور سراغرسی کی ایک ہوشربا داستان پیش کی گئی ہے۔ قومی مقصد کو واضح کرنے کے لئے مصنف نے ایک ہم کے نسخہ کی پراسرار کہانی لکھی ہے۔ جو لندن کے ایک ہوٹل سے گم ہوتا ہے۔ اور مختلف ملک کے سراغرس اسے حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ اس نسخہ کے حاصل کرنے کے لئے انگلستان کے سراغرساں ہوشتر کے مجبور العقول کا رٹا ہے۔ امریکن سراغرساں لڑکی مس سیلا کی منگنی۔ دبیری اور حیرت انگیز قوت ارادی۔ جاپان کے شہزادہ نکاشی کی ہوشیاری۔ چالاک۔ اور ایک ادستہ ملازم کے ہرپ میں وطنی خدمات کی انجام دہی۔ فرانس کی سراغرساں مس سوئیا کی ایک ناپے گانے والی عورت کے عین میں خفیہ خبر رسانی۔ نسخہ کے موجد کریم کی دل ہلا دینے والی سرگذشت اور اس کا حشر۔ چرمی کے کروڑ پتی سراغرساں شتر کی جاسوسی اور خطرناک سازشیں۔ جرمن تاجروں کی ایک خفیہ انجن کے کارٹا ہے۔ اور نسخہ کا انجام نہایت خوبی سے لکھا گیا ہے۔ سرورق رنگین۔ لکھاؤ۔ چھپائی اور کاغذ عمدہ سفید۔ صفحات مہمہ بجلد غیر تھون کی پیاس یہ ایک حیرت انگیز دماغ رکھنے والے مجرم کی داستان ہے۔ جس کے خون کی پیاس جب ایک مرتبہ بھڑک اٹھی تھی۔ تو تپہ پوڑھا کوئی اس کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکتا اور اس کے جرم کے طریقہ حیرت انگیز سراغرساں کو دوا نہ بنا دینے



داے تھے۔ ایک شخص جس کو قتل ہوتے دیکھا گیا۔ اور جس کا دھڑکنا صبح کے وقت مکان سے نکال لایا گیا تھا۔ اُس نے دوپہر کو ایک کثیر رقم کا چاک بنک سے بھنایا۔ ایک شخص جو رات بھر اپنے مکان میں رہا۔ اور صبح کو دیاں سے رخصت ہوا۔ اس کے جانے کے بعد الماری میں سے اس کا کٹا ہوا سر نکلا جس کے متعلق ڈاکٹروں نے رائے دی کہ دو روز پہلے بدن سے الگ کیا گیا ہے۔ دنیا کا یہ بے مثال مجرم اس طرح جرم کرنا تھا۔ کہ کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اس کا کرتار ہونا بھی کسی طریق سے ممکن ہے۔ لیکن آخر کار ایک ہوشیار سراغ رساں نے جس کا دماغ مجرم کے دماغ سے بھی زیادہ تیز تھا۔ اس کو بے حد مشکلات کے بعد قانون کے شکنجہ میں جکڑ لیا۔ ۲۰ صفعے۔

قیمت پھر  
**پار نصیب** - ایک خونخوار مجرم کی حیرت انگیز داستان۔ جسے قیروند کے مصائب راہ پرست پر نہ لاسکے۔ مگر ایک پارسا کی مروت نے ایسا بے بس کیا۔ کہ اس کی تمام زندگی ایک معصوم مگر بد قسمت لڑکی کی نگہداشت میں صرف ہو گئی۔ اور صرف اس کی حفاظت کی فکر جنوں بن کر اسے قانون اور سراغ رساؤں سے عمدہ براہوں نے کسے لئے مجبور کرتی رہی۔ بے انتہا دلچسپ پراسرار اور موثر نکتہ جھم ۰۰ صفعے قیمت صرف ۴۰  
**مغرب کے مشہور افاق** افسانہ نویس۔ آر۔ ایل اسٹونسن کی مایہ ناز تصنیف "آجکل کی الف لیلہ کا ترجمہ جناب سالک میر القلاب کے قلم سے۔ اس سلسلے کی تین کتابیں ہیں۔"  
**خودکشی کی انجمن** - ایک پراسرار انجمن کی سنسی پیدا کرنے والی کمائی جسے ایک جرائم پیشہ شخص نے اس غرض سے بنا رکھا تھا۔ کہ دنیا کے یاپس اور کم ہمت لوگوں سے روپیہ وصول کر کے ان کے لئے خودکشی کے مواقع ہم ہینچا۔ یا کر سے۔ ہر ہسپتال کا شہزادہ فلوریڈل

اس کا ممبر بن گیا۔ اور موت سے بال بال بچ کر اس نے اس ناپاک محفل کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ **راجہ کا ہمیرا**۔ ایک ہیرا جو مشرق سے مغرب میں پہنچا۔ وہاں جس کسی کے ہاتھ میں جاتا۔ اس پر مصائب کا طوفان لے آتا تھا۔ کئی حریف اس ہیرے کی تاک میں تھے اور اسے عجیب و غریب ترکیبوں سے اڑا لیتے تھے۔ مگر وہ کسی کے پاس زیادہ دیر نہ رہنے پاتا تھا۔ آخر مختلف لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہوا وہ بوہمیا کے شہزادہ فلوریڈل کے ہاتھ لگا۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ ختم کر دیا۔ بے حد عجیب و غریب اور پراسرار واقعات کہیں کہیں مذاق کے چھیٹے اور بے حد دلچسپ انداز بیان عدم

۳۔ **قصر ساحل**۔ خوفناک جنگلوں کی تاریکی میں ایک قصر تھا۔ جو رات سے دیران پڑا تھا۔ ایک رات اس کے دیروں میں مدشیاں حرکت کرتی ہوئی نظر آئیں۔ اور اس دیرانے میں سنسنی پیدا کرنے والے واقعات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ شروع ہو گیا۔ جن و عشق اور نفرت و انتقام کے جذبات کی کسی کیسی مہیب صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر یہ دیکھنا ہو۔ تو اس دیران قصر کی پراسرار داستان پڑھئے

**سعید و فلیانہ**۔ اسلامی شجاعت۔ تہرہ و بہادری کا سچا تاریخی افسانہ۔ عربوں کی لیونہ اور فاتحانہ زندگی کا مرقع۔ غازیان اسلام کا جوش جہاد۔ شام کی فتح اور عیسائی قلعوں پر اسلامی پرچم لہرانے کے مناظر جن و عشق کی چاشنی۔ ایک پادری کی لاک فلیانہ اور سلمان سپہ سالار سعید کی باہمی محبت کی داستان۔ تصویر دار قیمت مگر

**آستانہ کی حور**۔ جنگ عظیم کے پر آشوب زمانے میں ترک قوم کی شجاعت و دلیری۔ بشا و قربانی اور حور و شمعیدہ اور عارف بے کے عشق و محبت کا افسانہ۔ نوجوان ترکوں کے لئے وہ وقت ہے عذاب کا تھا۔ ایک طرف ترک فوجیں مہمان جنگ میں اپنے دشمنوں

سے برسرِ پیکار تھیں۔ اور دوسری طرف خدا ان قوم جن میں داما فرید بادشاہ بن بیٹھ تھا اتحادیوں سے قسطنطنیہ ان کے حوالے کر دینے کی ساز باز کر رہے تھے۔ اور انہیں اتحاد و ترقی کے سرکردہ افراد کو جن میں انور ملکت جہاں اور مصطفیٰ کمال جیسے محب وطن شامل تھے قید و بند اور جلا وطنی کی سزا سنائی دی جا چکی تھی۔ ان شیفتگانِ وطن نے اناطولیہ کی صحرائی وسعتوں سے اٹھ کر داما فرید اس کے ہم خیالوں اور خود سلطان اعظم کے وطن فردشاہ منصوبوں کو کس طرح خاک میں ملایا جنگ لڑ کر دیونان میں وہ کس طرح فتح مند ہوئے۔ اور انہوں نے کیونکر اقتدار حاصل کر کے شہنشاہیت کو جمہوری طریقہ حکومت میں تبدیل کیا۔ یہ سب کچھ اس ناول کے مطالعہ سے معلوم ہو گا، جو نہایت دلچسپ اور دل نشین انداز میں لکھا گیا ہے۔ ہر ورق ایک نازنین کے فوٹو سے مزین ہے۔ لکھائی چھپائی بہت اچھی، کاغذ سفید، ۴۸ صفحات جلد قیمت ۴ روپے بغیر جلد قیمت ۳ روپے ۶۰

**تین ترک جاسوس** - یعنی انقلاب ترکی اور جنگ ترکی کی پراسرار کہانی ارباب حکومت انگور انکی زبانی پیش ہے کہ اگر پردے کے سامنے کا نظارہ عجیب ہے۔ تو حالات پس پردہ عجیب تر رہیں گے۔ چنانچہ "تین ترک جاسوس" میں ان خفیہ سازشات کا انکشاف کیا گیا ہے۔ جو اب تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ ملک عبدالقیوم سائیں لکچرار یونیورسٹی آف لندن اور پھر مسلم اسٹڈیز لندن کو اپنی سیاحت ترکی کے دوران میں ان ہوشیار رازوں کا علم ہوا جنہیں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہنوز پردہ اٹھایا نہیں رکھا گیا تھا۔ اور موصوف نے ہندوستان

اگر انہیں شائع کر دیا۔ صفحات ۲۷۲ قیمت ۱۰ روپے

طبعیاتی

میں خبر اور کوکتبِ زمانہ میں پیش کردہ تاریک کہت علی و دلاہو



## بم کا نسخہ

جنگ عظیم میں دہل متحدہ اور حکومت برہمنی کے اندر دنی  
سیاسی راز تمام بیر دنی دنیا کے لئے ایک گور کہ دھند اسانے ہے  
ہیں۔ اور اب تک کوئی نہیں جانتا۔ کہ قلعہ شکن توپوں اور ہلاکت  
آفرین گولوں کے علاوہ تدر۔ حب الوطنی اور قوم پرستی کی ناقابل  
تسخیر قوتیں ڈی دل بری سپاہ اور عظیم الشان بحری اور ہوائی بیڑوں  
کے مقابلے میں کہاں تک کامیاب رہیں؟

اس جنگ میں انگلستان۔ فرانس۔ امریکہ۔ جاپان اور جرمنی  
کے خفیہ سرائع رسالہ نوجوان مردوں اور عورتوں نے جہاں جھکوں  
میں ڈال کر جو کارہائے نمایاں کئے۔ اس فسانہ میں انہیں نہایت  
زور دار پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جو لوگ خدمت  
قوم اور شہنشاہی وطن کے مقاصد اعلیٰ کے میدان عمل میں آئیں۔ ان کے  
قلوب میں ایک سرور شانہ جذبہ وطن کے باوجود ہمت و جرات۔ شہری  
اور استقلال کی کیسی حیرت انگیز قوت موجود ہونی چاہئے۔ اور جو لوگ اپنے  
جذبہ اشتغال کی وجہ سے احتیاط اور ہوشیاری کا دامن ترک کر دیں  
انہیں ناکامی و نامرادی کی ذلت سے کس طرح دوچار ہونا پڑتا ہے۔ میر  
لئے کا پتہ۔ اردو و کتب خانہ۔ لاہور

مرکٹیل پریس لاہور میں باہتمام تہجد علی خاں پرنٹر و پبلشر نے پھوپھو کار شائع کی۔



۲۷۵



۹۵۲

**MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY**  
**ALIGARH.**

This book is due on the date last stamped. An over-due charge of one anna will be charged for each day the book is kept over time.

---

